Urdu Section

خالق باری مرتبہ پروفیسر محمود شیرانی مرحوم

سلسلۂ مطبوعاتِ انجمن ترقیٔ اُردو (ہند) نمبر ۲۱۳

حِفظُ اللِّسان

معروف بہ

خالق باری

مصنّفہ
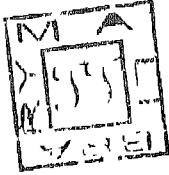
ضیاء الدین خسرو در سنہ ۱۰۳۱ھ

(جو عموماً حضرت امیر خسرو دہلوی کی طرف منسوب ہے)

مرتبہ

پروفیسر حافظ محمود شیرانی صاحب

شائع کردہ

انجمن ترقیٔ اُردو (ہند) دہلی

پہلی بار　　سنہ ۱۹۴۴ء　　قیمت مجلد عہ　　بلا جلد عہ

فہرست مضامین

عرضِ ضروری

خالق باری کی یہ ایک قابلِ اعتماد اور ناقدانہ اشاعت ہے جو پہلی مرتبہ شائع ہوئی ہے۔ اشاعتِ ہٰذا صرف بعض قدیم اور معتبر نسخوں کی قرأت پر بنیاد پاتی ہے۔ اس کا متن اکثر و بیشتر انڈیا آفس کے ایک قدیم مخطوطے ۲۴۲۴ فہرست مخطوطات ہندستانی کا مقلد ہے لیکن اصل مخطوطے کا رسم الخط پیش نظر زمانۂ حال کے قاری کی سہولت کے واسطے ترک کر کے رائج الوقت املا میں بدل دیا ہے۔

اس مرتبہ کے دو دیباچے ہیں۔ دیباچۂ اوّل اس عالمگیر اعتقاد کی تردید ہے کہ خالق باری حضرت امیر خسرو دہلوی کی تصنیف ہے۔ اس دیباچے میں راقم نے خالق باری کے متن پر کچھ اعتراض نیز بعض اہلِ قلم کے بعض بیانات پر تنقید کی کوشش کی ہے۔ دیباچۂ دوم انجمن ترقی اُردو کے ایک قلمی مخطوطے نوشتہ سنہ ۱۱۸۵ھ کی سند پر ایک نہایت اہم انکشاف کا مظہر ہے کہ خالق باری جس کا اصل نام "حفظ اللسان" ہے بابا آتش قنادی (حلوائی) کی فرمائش پر کسی ضیاء الدین خسرو نے (بعہد جہانگیر) تصنیف کی ہے۔ سال تصنیف سنہ ۱۰۳۱ھ اس کے مادۂ تاریخ "نصیف آخر" سے برآمد ہوتا ہے۔ یہ اطلاع خالق باری کے تعلق میں نہایت قیمتی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ بعد کے لوگوں کو غالباً بوجہ اشتراکِ اسمی یہ مغالطہ پیش آیا کہ وہ ضیاء الدین خسرو کو امیر خسرو دہلوی سمجھ بیٹھے۔ چنانچہ یہ بارھویں صدی ہجری میں یہ عقیدہ نہایت عام ہے۔ اس صدی کے مشاہیر فضلا میں سب سے مقدم خان آرزو ہیں جن کی تصنیف نوادر الالفاظ میں اس غلطی کی سُراغ رسانی کی جا سکتی ہے۔ الغرض بارھویں صدی کا ...

سے اب تک یہ غیر موجہ بلکہ غلط عقیدہ عام طور پر ہمارے اذہان پر قبضہ پائے ہوئے ہو کہ خالق باری کے مالک حضرت امیر خسرو دہلوی ہیں ۔

آخر میں مجھے انجمن ترقیٔ اُردو کے قلمی نسخے کے واسطے ڈاکٹر مولانا عبدالحق سکریٹری انجمن اور نسخہ ق کے واسطے جناب سید نجیب اشرف پروفیسر اسمٰعیل کالج اندھیری بمبئی کا شکریہ ادا کرنا چاہیے۔ ان دونوں نسخوں سے مقابلہ کے کام میں مجھ کو بہت امداد ملی ہو ۔

محمود شیرانی

دیباچۂ اوّل

خالق باری جس پر سطور ذیل دیباچے کے طور پر لکھی جاتی ہیں الٹریچر کی اس شاخ سے تعلق رکھتی ہو جو نصاب کے نام سے مشہور ہو۔ اُردو نصابوں میں اس کا درجہ نہایت اہم اور بلند ہو جو اس کی مفروضہ قدامت کے عقیدے کی بنا پر نیز اس کے مصنف کی شہرت کی وجہ سے اس کو حاصل ہو۔

ہندستان میں نصابوں کا رواج توران ایران سے آیا ہو۔ جہاں وہ عربی زبان کی تحصیل کی غرض سے فارسی میں تیار کیے جاتے تھے۔ یہ امر یقینی ہو کہ ابتدا میں وہ نثر میں ہوتے تھے اگرچہ ان نثری نمونوں کا آج پتا لگانا بہت دشوار ہو۔

رسالۂ منطق تلاش سے بعض قدیم تالیفات کے نام ملتے ہیں۔ مثلاً رسالۂ منطق (بول چال) جو عربی بول چال سکھانے کی غرض سے جلال الدین شمس المعالی سلطان شاہ ابوالقاسم محمود بن ایل ارسلان بن اتسز خوارزم شاہ کے واسطے لکھا گیا تھا۔ سلطان شاہ ۵۶۸ھ میں تخت نشین ہوتا ہو۔ رسالۂ ہذا اس سال سے قبل اس کی شاہزادگی کے ایام میں تالیف ہوا ہوگا۔ دیباچے سے چند سطریں یہاں درج ہوتی ہیں:۔

"ایں کتابے است کہ آں را منطق خوانند ساختہ شد و پرداختہ آمد بر سبیل ایجاز و اختصار از جہت بندگان و خدمت گاران مجلس خداوند زادۂ کرم و معظم عالم و عادل موئید مظفر منصور جلال الدنیا والدین تاج الاسلام والمسلمین

علاء الملک والسلاطین قطب الدولہ و مجد الملّہ بہار الائمۃ عمدۃ الخلافۃ ناصر الملک سید ملوک الشرق والغرب شمس المعالی سلطان شاہ ابو القاسم محمود بن خوارزم شاہ ایل ارسلان بن خوارزم شاہ اتسز اعز اللہ انصارہ وضاعف اقتدارہٗ "

کتاب اسامی اسی طرح ایک اور رسالہ کتاب اسامی ہے جس کی تاریخ تالیف و نام مؤلف سے ہم بے خبر ہیں لیکن اس کی قدامت میں کوئی شبہہ نہیں۔ اس کے ابواب مضامین کے لحاظ سے مرتب ہیں جیسا کہ ہمارے ہاں قدیم ایام میں کتب فقہ و حدیث کا دستور تھا۔ اس کتاب میں کل تیرہ باب ہیں۔ عنوان با سرخی کی زبان حسب دستور قدیم عربی ہے۔ یہ رسالہ 'رسالہ منطق' سے بھی قدیم معلوم ہوتا ہے۔ اس کی خالص فارسی کا خیال کرتے ہوئے ہمیں اس کی تاریخ تصنیف سلجوقیوں کے دور کے آغاز یا غزنویوں کے عہد میں ماننی ہوگی۔ مثلاً مسجد کا ترجمہ 'نمازگہ'، مقدمۃ الجیش کا 'پیش آہنگ'، طلیعہ کا 'دیدبان'۔ خبّاز کا 'نانوا'۔ اکّار کا 'برزگر'۔ فصّاد کا 'رگ زن'۔ سجّان کا 'زندان بان'۔ فلاخن کا 'کلاسنگ'۔ کنّاس کا 'خلاروب'، آثم کا 'بزہ کار'۔ المفادہ کا 'دوغوا' (؟) امیر کا 'ریچارہا' اور برید کا 'پیک' ترجمہ دیا ہے۔

ہمارے اسلاف اس راز سے واقف تھے کہ بچّوں کا حافظہ نہایت قوی ہوتا ہے اور وہ نثر کے مقابلے میں نظم سے زیادہ رغبت رکھتے ہیں جو آسانی سے یاد بھی ہو جاتی ہے۔ اس لیے ان کی قوت حافظہ سے کام لینے کے واسطے نثر کی بجائے نظم سے املا لغات اور منظوم نصاب تیار کرنے شروع کر دیے۔ نصاب الصبیان کے نثری دیباچے کا فقرہ ذیل میں ملاحظہ ہو:-

"خوش آمدن شعر طبع ہائے موزوں راغریزی است"
مولانا صدرالدین ابن بدرالدین قنیۃ الفتیان میں کہتے ہیں ؎

زاں کہ آسان است حفظ شعر بر دل ہا کہ ہست
طبع خاص و عام را رغبت باو در ہر مکان

نصاب الصبیان منظوم تالیفات میں سب سے قدیم نصاب الصبیان ہے جو ۶۱۶ھ میں افغانستان کے شہر فراہ میں تصنیف ہوئی ہے۔ ابونصر فراہی اس کے مصنف ہیں۔ یہ تالیف مختلف الوزن قطعات میں مرتب ہے۔ نصاب کی وجہ تسمیہ میں کہا جاسکتا ہے کہ شرعی اعتبار سے دو سو درہم وہ رقم ہے جس پر زکات لازم آتی ہے۔ اس رقم کا مالک صاحب نصاب کہلاتا ہے۔ چوں کہ نصاب الصبیان کے اشعار کی تعداد دو سو ہے اس لیے اس کا نام 'نصاب الصبیان' رکھا گیا "وچوں ایں مجموع دو لیست بیت آمد آں را نصاب الصبیان نام کردم" تب سے یہ رسم نکل آئی ہے کہ جو نصاب ابونصر فراہی کی تقلید میں لکھے گئے، ان کے اشعار کی تعداد دو سو یا اس سے کچھ اوپر تک محدود کر دی گئی۔

نصاب الصبیان کو فارسی زبانوں سے وہی تعلق ہے جو حضرت آدم کو بنی نوع انسان کے ساتھ ہے۔ کتب نصاب سے اصل مقصد عربی لغات کی تعلیم تھی۔ پر نسخے نصاب سب کے سب فارسی میں لکھے گئے ہیں خواہ اندرون ہند یا بیرون ہند وجود میں آئے ہوں۔

نصاب الصبیان کے بعد بہ لحاظ زمانہ امیر خسرو کے بدیع النصاب کا ذکر آنا چاہیے۔ یہ نصاب کم از کم ہندستان میں بہت مقبول رہا ہے اور بار بار چھپ چکا ہے۔ نصاب نصیب اخوان از مظہر کڑاہ سشا عر

عہدِ فیروز شاہ تغلق سنہ ۷۶۶ھ میں تالیف ہوتا ہے۔ اس کے بعد نصاب عقود الجواہر کا نمبر ہے جو روم میں مرزا الغ بیگ چلبی بن سلطان محمد سنہ ۸۰۸-۲۴ھ کے واسطے لکھا جاتا ہے اور اکاون قطعات پر شامل ہے۔ اس کی دوسری اشاعت جس میں ستاون قطعات ہیں، سلطان مراد (۸۲۵ - ۵۵ھ) کے نام پر معنون ہے۔ قنیۃ الفتیان مولانا صدرالدین بن بدرالدین کی ملک ہے۔ اگرچہ ہم اس کے عہدِ تصنیف سے واقف نہیں لیکن قدیم معلوم ہوتی ہے اور غالبًا ہندستان میں لکھی گئی ہے۔ اب نصاب بدیعی اور تجنیس اللغات مولانا عبدالرحمٰن جامی کی باری آتی ہے جو نویں صدی کی پیداوار ہیں۔ نصاب بدیعی کو عام طور پر امیر خسرو کی طرف منسوب کیا جاتا ہے لیکن اصلی مالک مولانا بدیعی ہیں جو نویں صدی ہجری کے بزرگ ہیں۔

کتب نصاب کثرت سے تالیف ہوئی ہیں۔ ان سے کوئی صدی خالی نظر نہیں آتی۔ وہ کسی خاص ملک کی پیداوار نہیں ہیں بلکہ مختلف ممالک میں لکھی گئی ہیں۔ یعنی توران، ایران، روم، افغانستان اور ہندستان میں۔

فارسی میں نصاب سے ابتدائی مقصد یہ تھا کہ بچوں کو عربی الفاظ سے اس قدر آشنائی پیدا کرا دی جائے کہ فوقانی تعلیم میں مدد مل سکے لیکن یہ مقصد اپنی منازل ارتقا میں زمانہ گزرنے پر بہت وسیع ہوتا گیا اور ایسے ایسے نصاب تیار کیے گئے جو منتہی طلبہ کے واسطے مفید اور کارآمد ثابت ہوں۔

اُردو میں نصابوں کی افراط اس قدر نہیں جتنی فارسی میں نظر آتی ہے۔ اس کی ایک وجہ تو فارسی کی بین الملّی حیثیت تھی جس کی بنا پر وہ ایران و ترکستان و روم و ہندستان و افغانستان میں پھیلی ہوئی تھی۔ دوسرے ہمیں وقت کا بھی لحاظ رکھنا ہوگا۔ فارسی میں نصابی سلسلہ تقریبًا سات آٹھ سو سال سے جاری ہے

جب کہ اُردو میں اس کو رواج میں آئے تین ساڑھے تین سو سال گزرتے ہیں۔ ہمارے خیال میں اُردو نصابوں کا سلسلہ غالباً دسویں صدی ہجری سے شروع ہوتا ہے۔

قصیدہ در لغات ہندی

اس موقع پر مجھے حکیم یوسفی کے "قصیدہ در لغات ہندی" کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ یوسفی دسویں صدی ہجری کے نصف اول کے بزرگ ہیں۔ ہرات کے رہنے والے اور ہندستان میں تازہ وارد معلوم ہوتے ہیں۔ ان کا اکثر زمانۂ عمر تصنیف و تالیف میں بسر ہوا ہے، بالخصوص طب کے میدان میں۔ مثلاً رسالۂ ماکول و مشروب ۹۰۶ھ میں۔ فوائد الاخیار ۹۱۳ھ میں۔ جامع الفوائد ۹۱۷ھ میں۔ دلائل نبض و رسالۂ قارورہ ۹۴۲ھ میں۔ ستۂ ضروریہ ۹۴۴ھ میں اور ریاض الادویہ ۹۴۶ھ میں تصنیف کیں۔ انشائے یوسفی ان کی ایک مشہور تصنیف ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ حکیم صاحب کی فہرست تصنیفات ابھی ناتمام ہے۔

حکیم صاحب نے ہماری زبان اُردو میں خاص دلچسپی لی ہے اور کوشش کر کے اسکو سیکھا ہے۔ اگرچہ اپنے معاصر بابر کی طرح مخصوص ہندی اصوات پر وہ قادر نہ ہو سکے، تاہم اُردو پر ان کو ماہرانہ عبور ہے۔ اس کا ثبوت ان کی طبّی تالیف ریاض الادویہ سے بہم پہنچتا ہے، جس میں ہر حیوان اور دوا کا ہندی مرادف اُردو میں دیتے ہیں۔

قصیدہ در لغات ہندی ایک دلچسپ نظم ہے اور جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے اس میں فارسی الفاظ مع ہندی مرادفات درج ہوئے ہیں۔ اس قصیدے کے اشعار کی تعداد چالیس ہے۔ اس کو اگرچہ

تو تہ را میگوی طوطی قندکی را خاختہ   نوک داں را سوز دانش آمدی گر بہرہ ور

یہ قصیدہ اگرچہ دلچسپ ہے لیکن میں بہ خوفِ طوالت اس کی نقل سے احتراز کر کے خاتمے کے بعض شعروں پر قناعت کرتا ہوں:

دیو روز و لات شب بنجہ است شام و پہاث صبح   تارہ استارہ است چند و سورج باشد دام و چھوہ

مینہ بود باران آکس باشد (کذا) بجلی است برق   یا دگیر ایں جملہ را ای راسہ روشن چوں قمر

یوسفی بہرت دریں ابیات کرد است آنچہ ذکر   گر کنی از بر ترا ہر دم رسد نفعے دگر

از ضرر دارد مدامت در پناہ خویشتن   آنکہ در عالم بہ تقدیرش بود نفع و ضرر

اللہ خدائی | خالق باری کے بعد جس کا ذکر عنقریب آتا ہے "اللہ خدائی" کا نمبر ہے۔ تجلی اس کے مصنف ہیں۔ مطبوعہ نسخوں کے مطابق [illegible] اور بہ قول پروفیسر مسعود حسن رضوی [illegible] اس کا سال تالیف ہے۔

یہ کتاب خالق باری کی طرح ایسے خطّے میں لکھی گئی ہے جو گوالیاری یا الفاظ دیگر برج بھاشا کے زیر اثر ہے۔ اس میں ثانی حرف علّت بہ کثرت آتا ہے مثلاً ڈانڈ (ڈنڈ) گھانٹ (گھنٹی) بالی (بتّی) باچھا (بچہ) نیوچھاور (نچھاور) پات جھڑ (پت جھڑ) پاٹ (پٹ) وغیرہ

اکثر ایسے لفظ ملتے ہیں جو اردو میں فی زمانہ مستعمل نہیں۔ یعنی سنپیرا (دوتی) اتیت (درویش)۔ پوکھر (تالاب)۔ رسری (رسّی) سمسری (لاش) سوہا (سرخ) کونٹھ (سخرہ) سفیہٹر (کفتر، زقوم) پانت (مجلس) بروتی (پلک) ٹانڈا (قافلہ) نوپلو (بہار) رہلا (چنا) گبڑوڑا (گبریلا) لابھا (نفع) بکھوری (چادر) سار (فولاد) تانی اور بھرنی (تانا بانا) ترنی (جوان عورت) ہیلا (خاکروب) جوجھ (لڑائی) ربانا (دف) وغیرہ وغیرہ۔

صمد باری | تجلی کے بعد میر عبدالواسع کا نصاب موسوم بہ سہ زبان یا

صمد باری ہے جو بعض وقت جان پہچان کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ نصاب ہذا میں تناسب و متجانس الفاظ کو جدا جدا عنوانوں کے تحت میں جمع کر دیا ہے مثلاً الفاظ قرابت، اعضائے جسمانی، غلہ، سبزیاں، میوے، ادویات وغیرہ۔ آخر میں مصادر مشہورہ و غیر مشہورہ درج ہیں۔ کتاب کی طرز شگفتہ ہونے کے علاوہ استادانہ و ماہرانہ ہے۔ بھرتی کے الفاظ یا الفاظ برائے بیت نام کو نہیں۔ ہر مصرع میں عربی، فارسی اور ہندی لفظ یا ہندی کے ساتھ بالترتیب لائے گئے ہیں۔ چناں چہ خاتمے میں اشارہ کیا ہے :-

عبدالواسع سے یہ کتاب تینوں زبانوں کا ہے نصاب

مصنف کی زبان ہریانی ہے جو بعض خصائص میں اردو سے مختلف ہے۔ 'صمد باری' ہندستان خصوصاً پنجاب میں کئی بار چھپی ہے اور بہت مقبول رہی ہے۔

نصاب مصطفےٰ نصاب مصطفےٰ ۱۱۲۶ھ میں بہ عہد فرخ سیر لکھا جاتا ہے، اور نصابی سلسلے میں کسی قدر اہمیت کا مالک ہے۔ اشعار کی تعداد نصاب کے اوسط سے بہت زیادہ ہے۔ یعنی آٹھ سو ابیات ہیں۔ پیرایۂ بیان اگرچہ دل چسپ ہے لیکن کتاب چنداں مشہور نہیں۔ اس کی ابتدا ہے ؎

رؤف و رحیم و کریم و غفور دیا ونت داتا اجالا ست نور
خدیو و خدا وندا ور دھنی غنی است بھنونت صانع گنی

خاتمہ ؎
شش و بیست و یک صد و یک ہزار زہجر نبی بود ای کامگار
جہاں شاہ فرخ سیر شاہ بود دو شنبہ دہم از صفر ماہ بود
کہ آورد ایں مختصر رو بکار بگر ماند از مصطفےٰ یادگار

خالق باری ان چند نصابوں پر سرسری نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ خالق باری ان سے متصل زمانے میں وجود میں آئی ہوگی لیکن اگر روایت پر اعتبار کیا جائے تو ہمیں اس کا زمانہ آٹھویں بلکہ ساتویں صدی ہجری میں تسلیم کرنا پڑے گا۔ روایت نے خالق باری کو حضرت امیر خسرو کی طرف منسوب کر کے ہمیں الجھن اور پریشانی میں مبتلا کر دیا ہے۔ دیسی زبانوں میں تعلیم کا رواج ایسے قدیم زمانے سے نہایت بعید معلوم ہوتا ہے کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو کہا جا سکتا ہے کہ دیسی زبانیں بہت جلد یعد ہماری تعلیم میں ہاتھ بٹانے لگتیں اور ادب و لٹریچر ان میں بہت پہلے سے شروع ہو جاتا۔

خالق باری خان آرزو کے عہد سے لے کر ہمارے اپنے زمانے تک بالاتفاق حضرت امیر کی طرف منسوب ہے۔ میں یہاں بعض اساتذہ کی آرا اس کتاب کے متعلق درج کرتا ہوں۔

محمد حسین آزاد شمس العلما محمد حسین آزاد اپنی مشہور تالیف آب حیات میں لکھتے ہیں :۔

"امیر خسرو نے کہ جن کی طبیعت اختراع میں اعلا درجہ صنعت و ایجاد کا رکھتی تھی ملک سخن میں برج بھاشا کی ترکیب سے ایک طلسم خانہ انشا پردازی کا کھولا۔ خالق باری جس کا اختصار آج تک بچوں کا وظیفہ ہے، کئی بڑی بڑی جلدوں میں تھی۔ اسی میں فارسی بحروں نے اول اول اثر کیا"۔ (صہ)

اور چھوٹو کے قصے میں فرماتے ہیں :۔

"بھٹیاری کے لڑکے کے لیے خالق باری لکھ دی" صہ

مولانا کا یہ ارشاد کہ خالق باری کئی بڑی بڑی جلدوں میں تھی اور ایک بھٹیاری کے لونڈے کے واسطے لکھی گئی تھی محض تخیل کی پرواز ہے۔

اس بیان کے واسطے کوئی تاریخی یا تحریری سند ہمارے پاس موجود نہیں۔ نہ اس میں ایسے آثار یا علامات موجود ہیں جن سے قیاس لگایا جاسکے کہ وہ کسی ضخیم مجلد کا اختصار ہے۔ خالق باری شامل نصاب ہے اور نصاب کی کتابوں کے اشعار کی تعداد جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں، بالعموم دو سو سوا دو سو کے لگ بھگ ہوا کرتی ہے۔ چناں چہ خالق باری کے اشعار کی تعداد بھی اسی کے قریب یعنی دو سو بتیس ہے یہ تعداد قلمی نسخوں کی رو سے ہے ورنہ مطبوعہ خالق باری میں صرف ایک سو اکانوے ابیات ملتے ہیں۔ اس مختصر تالیف کے لیے یہ دعوا کرنا کہ بڑی بڑی جلدوں میں تھی، تمام واقعات سے عدم واقفیت کی بنا پر ہے۔ خان آرزو جن کا ذکر آگے آتا ہے، اس کو رسالۂ منظومۂ امیر خسرو کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خان کے عہد میں کوئی ایسی روایت موجود نہ تھی جو اس تالیف کی ضخامت کے حق میں ہو۔ جس طرح آج اس وقت ہے اس وقت بھی وہ ایک رسالے کی شکل میں تھی۔

خالق باری کے اشعار کا فارسی اوزان و بحور میں پایا جانا اس کے جدید تصنیف ہونے کی دلیل ہے نہ اس کی قدامت کی۔ فارسی اوزان و بحور کا اس طرح یکایک ہندی میں رواج پا جانا عملاً بہت دشوار ہے۔ بفرض محال اگر امیر خسرو نے زبردستی ان کو رواج دے بھی دیا تو اس کے خارجی اثر آثار کا سراغ کہیں تو پایا جاتا۔ کیا خسرو کلھیا میں گڑ پھوڑ کر چل دیے کہ کسی نے اتنے بڑے انقلاب کا اثر قبول نہ کیا نہ ان کا تتبع کیا۔

محمد امین چڑیا کوٹی جواہر خسروی میں مولوی محمد امین صاحب چڑیا کوٹی کا قول ہے کہ "اس میں (خالق باری) کئی ہزار اشعار تھے"۔ جہاں تک ہمیں معلوم ہے اس بیان کے واسطے مولانا کے پاس

کوئی سند موجود نہیں۔

دیباچۂ خالق باری میں مولانا نے مندرجہ ذیل کی بعض وجوہ کی بنا پر خالق باری کو امیر خسرو کی تسلیم کرتے ہیں جن کا میں علاحدہ علاحدہ تبصرہ کرتا ہوں۔

(۱) کہتے ہیں: "بعض محاورات اور الفاظ مستعملہ کتاب کی قدامت صاف یہ بتلاتی ہے کہ یہ کتاب عہدِ حضرت امیر خسرو کے متصل زمانے کی تصنیف ہے جیسے "جیتل" کہ حضرت امیر خسرو کے عہدِ زندگی تک یہ ایک ہندی سکہ کا نام تھا اور حضرت کے قریب عہد میں یہ متروک ہو چلا تھا۔ یہاں تک کہ ان کے بعد تاریخ میں اس کا نام بھی نہیں آتا۔ کیونکہ سلاطین ہند کی قدیم سادگی جس طرح عیش و دولت کے سامانوں سے آراستہ ہو گئی تھی سکوں کے سادہ نام بھی اشرفی اور اختر زر وغیرہ وغیرہ تکلفات سے بدل گئے تھے۔ بہرحال "جیتل" کا چلن عہدِ خسروی سے آگے نہیں پایا جاتا ہے۔" (جواہرِ خسروی، مقدمۂ خالق باری ص)

جیتل

جیتل کے متعلق مولانا کا یہ بیان تاریخ سے عدم مزاولت کی بنا پر ہے ورنہ جس زمانے میں وہ اس سکہ کا چلن متروک بتا رہے ہیں اسی زمانے سے اس کا رواج زیادہ ہوا ہے۔ محمد بن تغلق (۷۲۵-۵۲ھ) کے عہد میں جیتل ایک سکّہ ہے۔ اس پر ایک طرف "بگانی امانی" اور دوسری طرف "جیتل" درج ہوتا تھا۔ اس سکّہ کی تصویر طامس نے "تاریخ پٹھان سلاطین دہلی" میں ص۲۵۳ پر دی ہے اور سفرنامۂ ابن بطوطہ کے ترجمہ جلد دوم میں صفحۂ مقابل ص۱۱ پر مولوی محمد حسین نے دی ہے۔ طامس نے اس سکّے کو مسالک الابصار کی سند پر بگانی کا مرادف بتایا ہے۔ مولوی محمد حسین

اسی مسالک الابصار کے حوالہ سے ایک ہشتگانی چار سلطانی کے اور ایک
سلطانی یا دوگانی دو جیتل کے اور ایک جیتل چار فلوس کے برابر
لکھتے ہیں۔

ضیا برنی نے اپنی مشہور تاریخ فیروز شاہی میں جو ۷۵۸ھ میں
امیر خسرو کی وفات سے ۳۳ سال بعد تالیف ہوئی ہے کئی موقعوں پر اس
لفظ کا استعمال کیا۔ چناں چہ

" از برائے تنکہ و جیتل" ص ۱۳۷ ۔ "و غلہ بہ یک جیتل سیرے رسید" ص ۲۱۲
" یگاں جیتل از بہی پٹواریان" ص ۲۸۷ ۔ "موتھ درمنے سہ جیتل" ص ۳۰۵

سید محمد بن سید مبارک کرمانی متوفی ۷۷۰ھ اپنی تالیف سیر الاولیا
میں لکھتے ہیں:-

" امامت آں مسجد شیخ نجیب الدین متوکل را داد۔ آں بزرگ دختر خود را
شادی عروسی کرد یک لک جیتل در کار خیر او خرچ کرد" ص ۵۸

فیروز شاہ تغلق (۷۵۲-۹۰ھ) اپنے عہد میں جیتل کی جدید تقسیمیں 'ادھ'
اور 'پیکہ' وضع کرتا ہے۔ شمس سراج عفیف تاریخ فیروز شاہی میں جو نویں صدی
ہجری کی ابتدا کی تصنیف ہے۔ فقرۂ ذیل درج کرتا ہے۔

سلطان فیروز شاہ فرمان فرمود کہ مہر نیم جیتل کہ آں را ادھ گویند و مہر
دو رنگ جیتل کہ آں را "پیکہ" گویند وضع کنند تا غرض فقرا و مساکین حاصل شود" ص ۳۴۴

آئین اکبری میں جہاں اکبری عہد کے مسکوکات کا ذکر ہوا ہے۔ ابو الفضل
جیتل کو فرضی سکّہ اور دام کا پچیسواں حصّہ مانتا ہے۔ ابن احمد رازی ہفت
اقلیم میں بہ ذکر بنگالہ یہ فقرہ لاتا ہے۔

" و حساب ولایت بنگالہ بر جیتل و گندہ و آنہ است۔ چہ چہار جیتل را

یک گندہ و بیست گندہ را یک آنہ و شانزدہ آنہ را یک روپیہ حساب می کنند
(ص۹۵ ہفت اقلیم جلد اوّل طبع سوسائٹی ۱۹۱۸ء)

مہابت خاں عہدِ عالمگیر کا ایک امیر ہے وہ ایک عرض داشت میں جو سراسر طنز و شکایت سے مملو ہے لکھتا ہے:-

" درغزنی و قندہار اشتہار یافتہ کہ مطربان باستقبال فرمان می شتابند و نرخ حسب الحکم موقوف بردو جیتل افتادہ و اسد خاں را کہ ہنوز بوئے شیر از دہانش نہ رفتہ وزیر اعظم و دستورِ معظم فرمودند"

آنندبن ہیمراج گوالیری نے فن سیاق پر ایک رسالہ موسوم بہ خلاصۃ الشیا ۱۱۱۵ھ مطابق ۴۷ سنہ جلوس عالم گیری میں تصنیف کیا ہے - یہ رسالہ چونکہ غیر مطبوعہ ہے اس خیال سے اس کے ایک دو فقرے یہاں نقل ہوتے ہیں -

"دستور معلوم کردن داما بہ حساب فی من: باید کہ مبلغ نرخ من را با داما ضرب نماید و حاصل ضرب را پنجاہ جیتل یک تنگہ بگیرد - مثلاً فی من بیست تنگہ: قیمت پنج دام می باید - پس بیست را با پنج ضرب دادیم - حاصل ضرب یک صد جیتل بیامد وازیں دو تنگہ گرفتیم قیمت پنج دام معلوم شد"

"اگر کسے پرسد فی من دہ تنگہ است دو آثار را چہ باید داد باید کہ آثار را با تنگہائے نرخ من ضرب دہد و حاصل ضرب را جیتل دانستہ برچہل جیتل مقرر نماید - پس یک بہلولی قیمت دو آثار معلوم شد"

شیخ جنید کا یہ شعر بھی ملاحظہ ہو ؎

جو دزد اندر کمین باشد کرے جو نیند بنجارا
نباشد سود یک جیتل گوا دے مول بھی سارا

حافظ احسن اللہ لاہوری کے نصاب ذوق الصبیان تالیف ۱۱۲۰ھ

کا یہ شعر بھی یاد رہے ؎

امہ کنیزک لونڈی باندی — جیتل نقرہ فضّہ چاندی

جیتل کے لیے ہر عہد کی مثالیں بہم پہنچائی جا سکتی ہیں۔ لیکن میں بہ خوفِ طوالت انھی امثال پر قناعت کر کے مولوی صاحب کے دوسرے استدلال پر نظر ڈالتا ہوں۔

محاوراتِ قدیم (۴) "محاوراتِ قدیم مثلاً "میں تجھ کہیا"۔ "تو کت رہیا"۔ "باد اوڑانی (ہوا چلی)"۔ "آکھنا (دیکھنا)"۔ "چاو (شوق)" وغیرہم الفاظ کی گواہی سے خالق باری کا زمانۂ تصنیف عہدِ خسروی میں قطعی طور پر مقرر اور متعین ہو سکتا ہے۔" صفحہ مقدمہ خالق باری مشمولۂ جواہرِ خسروی)

ہمارے نزدیک مولانا کا یہ استدلال بھی مضبوط نہیں "میں تجھ کہیا" میں تو کوئی غرابت نہیں سوائے اس کے کہ 'نے' علامتِ فاعل اور 'کو' علامتِ مفعول حذف کر دی گئی ہے۔ دیہاتی زبان میں آج بھی یوں ہی بول جاتے ہیں یہی حالت "تو کت رہیا" کی ہے اس جملے میں مولانا شاید 'کت' کو قدیم سمجھ رہے ہیں۔ فرہنگِ آصفیہ میں اس کے متعلق یہ عبارت آئی ہے۔

"کت (ف) تابع فعل (گیتوں میں یا گنوار) :۔ کدھر۔ کس طرف۔

کہاں دوہرہ ؎

سونا ہو تو کس دھروں اور موتی دھروں پروے

بالا جوبن کت دھروں نت اٹھ میلا ہووے

ہریانہ کے علاقے رہتک کلانور جھجھر وغیرہ میں آج بھی "تیں کت گیا تھا" (تو کہاں گیا تھا) بولتے ہیں۔

'باد اوڑانی' کے معنی خدا جانے مولانا نے "ہوا چلی" کیسے لکھ دیئے۔ پورا شعر یوں ہے۔

آتش آگ آب ہو پانی   خاک دھول جو باد اوڑائی

یعنی ایسی گرد یا دھول جسے ہوا اڑا سکے 'اوڑائی' کی 'ی' ان ہونی۔ ناشدنی اور سوختنی کی طرح یائے لیاقت یا مفعول ہے۔

"آکھنا" کے معنی "دیکھنا" معلوم نہیں مولانا نے کیسے لکھ دیے۔ اس کے معنی پنجابی وہریانی زبانوں میں کہنا، بولنا اور پوچھنا آتے ہیں۔ مثال ؎

دو ہاتھ نکالے ہاتھ سوں جب آکھے تکبیر

سر نہ جھکائے رفع کرائے صاحب تدبیر

(فقہ ہندی از مولانا عبداللہ انصاری تالیف ۱۰۸۸ھ)

'چاو' بمعنی شوق و رغبت و آرزو، آج بھی استعمال میں آرہا ہے۔ فرہنگ آصفیہ میں مذکور ہے۔ "چاؤ۔ ہ۔ اسم مذکر (۱) ولولہ۔ خواہش، جوش۔ ارمان (۲) شوق۔ ذوق۔ آرزو۔ تمنا (۳) ناز و نخرہ ؎

لاڈلی چنبیلی چاو میں آئی   لڑکے بالے ساتھ ہی لائی

خسرو شاہ (۳) "اس میں شک کرنے کے بہت کم وجوہ ہیں کہ خالق باری حضرت امیر خسرو کی تصنیف ہے اور یہ شائبۂ شک بھی خود خالق باری کے مقطع یعنی آخری شعر کو دیکھ کر بالکل رفع ہو جاتا ہے جس میں لفظ خسرو موجود ہے اور جس شاعرانہ شوخی و فصاحت کے ساتھ یہ لفظ مقطع میں واقع ہوا ہے اور اس پر درویشانہ انکسار کا جو جلوہ دیکھ کر ناممکن ہے کہ کوئی صحیح المذاق شخص اس کو تخلص نہ سمجھے اور صرف ایک لفظ بامعنی مثل دیگر الفاظ یا معانی کے جن سے خالق باری بھری ہوئی ہے قرار دے وہ شعر یہ ہے ؎

مولوی صاحب سرن پیشاہ   گدا بھکاری خسرو شاہ

اس کی ترتیب بالکل وہی ہے جیسے آج کوئی خسرو نام کا شخص اپنے تئیں

کسی تحریر میں خاک ار خسرو لکھ کر ختم کلام کر دے "۔ (مقدمۂ خالق باری ص۲)

مولانا کا یہ استدلال زیادہ تر شاعرانہ رنگ میں ہے۔ اہل اللہ میں سادات نے اپنے نام سے پہلے یا بعد میں شاہ کا لفظ استعمال کیا ہے مثلاً شاہ نعمت اللہ م ۸۳۴ھ شاہ میانجی م ۹۸۲ھ وغیرہ۔ لیکن امیر خسرو کو جو لاچین ترک تھے کیا ضرورت پڑی تھی کہ شاہ کا لفظ اپنے تخلص کے آخر میں لا کر سادات کے نام کے ساتھ خواہ مخواہ التباس پیدا کر دیتے نہ امیر خسرو کے زمانے میں فقرا کے نام کے ساتھ اس لفظ کا رواج تھا۔ ہم اس قدر مان سکتے ہیں کہ اس مصرع میں صنعتِ ایہام ہے لیکن اس شعر میں سب سے زیادہ توجہ طلب مصرع اولی ہے جس میں "مولوی صاحب" کی ترکیب موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ مولوی صاحب۔ منشی صاحب۔ پنڈت صاحب وغیرہ کی ترکیب امیر خسرو کے عہد میں قطعاً رائج نہیں تھی۔ ایسے مرکب گزشتہ صدی کی مبتدعات سے ہیں اس بنا پر ہمیں اس شعر کو جدید اضافہ ماننا پڑے گا اور بات بھی یہی ہے کیوں کہ اگرچہ خاتمے کا یہ شعر مطبوعہ نسخوں میں اسی طرح ملتا ہے لیکن قلمی نسخوں میں جو زیادہ قدیم اور معتبر ہیں یوں درج ہے:

خالق باری بھئی تمام   دو جگ رہیا خسرو نام

شعر ہذا میں اگرچہ خسرو تخلص موجود ہے لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ خسرو وہی مشہور امیر خسرو ہیں۔ خسرو اور لوگوں کا بھی تخلص ہو سکتا ہے۔

پروفیسر مسعود حسن رضوی

پروفیسر مسعود حسن رضوی کا خیال ہے کہ خالق باری ایرانی و تورانی شاہ گزیدوں کے واسطے لکھی گئی تھی۔ انکے الفاظ ہیں۔

"خالق باری غالباً بچوں کے لیے نہیں لکھی گئی تھی۔ امیر خسرو کے زمانے میں چنگیزیوں کی تاخت و تاراج نے ایران و توران کو زیر و زبر کر دیا تھا۔

ان کی جدال وقتال سے تنگ آکر ہزار ہا ایرانیوں اور تورانیوں نے ہندستان میں پناہ لی تھی - ان لوگوں کو ہندستانیوں سے بات چیت کرنے میں بڑی دقت پڑتی تھی - نہ وہ ان کی بات سمجھتے تھے نہ یہ ان کی - قیاس کہتا ہی کہ اسی دقت دُور کرنے کے لیے امیر خسرو نے فارسی اور ہندی کے ضروری ہم معنی الفاظ یک جا کر کے نظم کر دیے ہوں گے - (ہندستانی ص ۱۳۳، جنوری سنہ ۱۹۳۱ء)

میں اس خیال میں محترم پروفیسر کا ہم نوا نہیں ہو سکتا کیوں کہ ممالک اسلام میں چنگیزی طوفان سنہ ۶۱۶ھ سے شروع ہوتا ہی - اس سال اور بعد کے آنے والے چند سال تک ان وحشیوں کی خوں ریزی وقتل وغارت اپنے انتہائی تشدد پر رہی ہی - اسی زمانے میں تورانی وایرانی ان سے بھاگ بھاگ کر غیر ملکوں میں پناہ گزیں ہوتے ہیں - چناں چہ ہندستان میں یہ لوگ ناصرالدین قباچہ والی ملتان (سنہ ۶۰۲-۶۲۲ھ) اور شمس الدین التمش (سنہ ۶۰۷-۶۳۳ھ) والی دہلی کے درباروں میں پہنچتے ہیں - چنگیز خاں سنہ ۶۲۴ھ میں مرتا ہی - امیر خسرو سنہ ۶۵۲ھ میں پیدا ہوتے ہیں اور سنہ ۷۲۵ھ میں وفات پاتے ہیں - اگر خالق باری امیر خسرو نے لکھی ہی تو وہ پچھلی دو تاریخوں کے درمیان کسی وقت لکھی گئی ہوگی - اس صورت میں چنگیزی پناہ گزینوں کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا نہ وہ ان کے واسطے لکھی جا سکتی کیوں کہ یہ کتاب ان کی آمد سے پچاس ساٹھ بعد تالیف ہوئی ہی -

ادھر خالق باری کے سرسری مطالعے سے واضح ہوتا ہی کہ یہ تالیف ہندستانی بچوں کو فارسی عربی الفاظ سکھانے کے واسطے لکھی گئی ہی - نہ اہل لی پناہ گزینوں کو ہندی سکھانے کے مقصد سے - اگر یہ کتاب ان پردیسیوں کے واسطے لکھی جاتی تو اس کی صورت یہ ہوتی کہ اس کی تعلیمی یا تشریحی زبان فارسی

ہوتی۔ ہندی الفاظ و مرادفات کی اس میں کثرت ہوتی۔ کہ ہندی لفظ کے واسطے التزاماً عربی فارسی مرادف دینے کی ضرورت پیش آتی۔ برخلاف اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ ہندی عنصر اس میں کم ہی۔ فارسی عربی الفاظ اور مرادفات کی کثرت ہی۔ جس سے یہ امر ذہن نشین ہوتا ہی کہ اصل مقصد فارسی کی تعلیم ہی۔ میں بعض مثالیں دیتا ہوں ؎

بادہ شراب راوق و صہبا مے است مد — گرچہ ازاں خوری تو کسی کا نیک و بد

کون کہہ سکتا ہی کہ یہ شعر ان پناہ گزینوں کے واسطے لکھا گیا ہی۔ اس پورے شعر سے انھیں اس قدر علم ہوا کہ شراب کو ہندی زبان میں "مد" کہتے ہیں۔ ادھر اس کے پانچ عربی فارسی مرادف دیے ہیں جن سے یقیناً یہ پناہ گزیں پہلے ہی سے واقف ہوں گے ؎

شب چراغ و شگال و خدنگ توسن ہی ترنگ — ہژبر ضیغم شیر ناہر بوز چیتا ہی پلنگ

یہاں پہلے مصرع میں ہندی ترنگ کے پانچ۔ ناہر کے تین اور چیتے کے دو فارسی عربی مرادف دیے ہیں۔ بالفاظ دیگر تین ہندی لفظوں کے واسطے دس فارسی عربی الفاظ آئے ہیں۔ اس تناسب سے کوئی سمجھ دار انسان خیال نہیں کر سکتا کہ خالق باری ان پردیسی مسلمانوں کو ہندی سکھانے کی غرض سے وجود میں آئی۔ ذیل کی مثالوں میں ہندی کے مقابلے میں پھر عربی فارسی الفاظ کی بہتات دیکھی جاتی ہی :-

راہ طریق سبیل پہچان — ارتھ پنتھ کا مارگ جان
قوت نیرو زور بل آن — سارق دزد چور ہی جان
خنجر و شمشیر صمصام است تیغ — ہندوی کھانڈا کھڑگ ہے ان میں میخ
امید آس باشد نومید ہی نراس — چرخ و فلک سپہر و آسمان اکاس

نور ستور گاو ہے ہلہ   خواہی لادو خواہی الہ

جہندی زبان خانہ ہم بیت گھر ہے   جو خوف و خطر ہم ہم ترس ڈر ہے

لسان و زبان فارسی بیہہ آکھو   درخت و شجر دار رارو کھ کہا کو

کثیر و فراوان و بسیار و افزوں   لیے بہت کہیے سبھی جا نیو توں

ہم نمونہ بانگی الگل قیاس   عطر خوشبوی و شمیم و بوی باس

گلستان و ہم بوستاں باغ باڑی   چمن قطع باشد خیابان کیاری

بلکہ بعض اوقات صرف فارسی عربی الفاظ پر قناعت کی ہے اور ہندی مرادف ترک کر دیا ہے - چناں چہ :-

قصر کوشک حصن درتازی حصار   حجرہ کوٹھا بام اٹاری در دوار

کاغذ و قرطاس کاغد دیکھیے   ہم قلم ہم خامہ لیکھن لیکھیے

آفت و آسیب ہو رنج و بلا   حیّ و زندہ جانیو تم جیوتا

عقرب بتازی بچھو کژدم برج فلک   بشر تو سروش و فرشتہ ملک

اسلحہ ہتھیار بود آہر شکار   رزم و غا جنگ دگر کارزار

مژدہ نوید خوش خبر بشارت   چشمک ایما سیلن اشارت

خالق باری میں عربی فارسی مرادفات لانے کا التزام اور بچوں کو پڑھانے کا اس کا عام دستور اس امر کی دلیل ہے کہ یہ کتاب بچوں کو فارسی سکھانے کے واسطے لکھی گئی تھی -

کسی اور بیان میں پروفیسر مسعود فرماتے ہیں :-

" یہ معلوم نہ ہو سکا کہ خود امیر خسرو نے اس کتاب کا نام کیا رکھا تھا اتنا پتا ضرور چلتا ہے کہ آج سے کوئی تین سو برس پہلے بھی یہ کتاب خالق باری ہی کے نام سے مشہور تھی - اللہ خدائی سنہ ۱۰۱۱ھ کی تصنیف ہے - اس کے

مصنّف تجلّی نے کتاب کی مختصر منظوم تمہید میں یہ شعر بھی لکھا ہے ؎

شاید از لطف و رحمت باری	روح خسرو نمایدم یاری

"اس شعر میں امیر خسرو کی روح سے مدد مانگی ہے اور اس کے پہلے مصرع کے آخری لفظ سے خالق باری کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ خود اپنی تصنیف کا نام اللہ خدائی رکھا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس زمانے میں بھی امیر خسرو کا ہندی و فارسی منظوم لغت موجود تھا اور اس کا نام بھی خالق باری ہی تھا۔ تجلّی نے جس طرح منظوم لغت لکھنے میں خالق باری کا انداز اختیار کیا۔ اسی طرح اس کا نام بھی خالق باری کی طرز پر اللہ خدائی رکھا ورنہ ظاہر ہے کہ کتاب کا یہ نام رکھنے کی کوئی وجہ نہ تھی کیوں کہ اس نام کو کتاب سے کوئی مناسبت نہیں ہے"

(ہندستانی صفحہ ۲۲ جنوری ۱۹۳۱ء)

اللہ خدائی کا مصنّف تجلّی جماعت صوفیہ سے گہری عقیدت رکھتا ہے خواجہ بہاؤالدین نقش بندی (متوفی ۷۹۱ھ) کی خدمت میں اسے قلبی ارادت ہے۔ ہر مشکل میں ان کی طرف رجوع کرتا ہے۔

گر مرا نیک اوفتد یا بد	خواہم از نقش بند خواجہ مدد
دارم امید جرعہ از جامش	زانکہ مشکل کشائے شد نامش

پھر بادشاہ عہد شاہ جہاں کی مدح سے فراغت پاکر فیضان سخن کے واسطے حضرت نظام الدین اولیا اور امیر خسرو کی ارواح سے امداد کا خواستگار ہے تاکہ مرغ معنی اس کے جال میں پھنس جائے۔ کہتا ہے :-

بہر مرغ سخن نہادم دام	مددے خواستم ز روح نظام
شاید از لطف و رحمت باری	روح خسرو نمایدم یاری

تا مگر فکرتم تمام افتد　　طائرِ معنی ام بدام افتد

دوسرے شعر میں 'باری' لفظ کے لانے سے یہ قیاس کہ تجلّی نے خالق باری کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اضافت باونیٰ ملابست کا حکم رکھتا ہے۔ اگر شاعر ایسا کرنا چاہتا تو مصرع میں ایک ادنیٰ تبدیلی سے کتاب کا پورا نام لا سکتا تھا۔ یعنی ع

شاید از لطف خالق باری

اس لیے یہ یقین کرنا دشوار معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کا مقصد یہاں خالق باری سے ہے اگرچہ مجھ کو تسلیم ہے کہ خالق باری اللہ خدائی سے اقدم ہے اللہ خدائی خالق باری کا پورا تتبع نہیں کرتی۔ جس طرح موخر الذکر کے آغاز میں الفاظ 'خالق باری' ملتے ہیں اسی طرح تجلّی کی تالیف کے شروع میں 'اللہ خدائی' الفاظ نہیں آتے بلکہ حمد و نعت و سبب تالیف کے بعد اصل کتاب اس شعر سے شروع ہوئی ہے

ہے صمد پاک اور احد یکہ　　جان ام القریٰ کو تو مکّہ

کتاب کا نام خاتمے میں یوں دیا ہے :-

چوں بفضل خدائے گشت تمام　　کردم اللہ خدائی ایں را نام

میرا خیال ہے کہ تجلّی نے اپنی کتاب کا نام 'اللہ خدائے' رکھا ہوگا نہ 'اللہ خدائی' اگرچہ اس تالیف کے مطبوعہ و قلمی نسخوں میں بالعموم اللہ خدائی نام نظر آتا ہے۔

ڈاکٹر وحید مرزا ڈاکٹر وحید مرزا نے اپنے انگریزی مضمون 'خسرو کی ہندی شاعری' میں جو ادارہ معارف اسلامیہ کے پہلے اجلاس منعقدہ لاہور اپریل ۱۹۳۳ء کی روداد کے ساتھ چھپا ہے،

کوئی نئی بات پیدا نہیں کی۔ وہ تقریباً مولانا محمد حسین آزاد۔ مولوی محمد امین چڑیا کوٹی اور پروفیسر مسعود حسن رضوی کے بیانات کو مختصراً دُہرا کر کہتے ہیں کہ خالق باری کے متعلق یہ فیصلہ کرنا کہ وہ خسرو کے قلم سے نکلی ہو یا نہیں نہایت مشکل ہو۔ اگر خسرو کی تصنیف ثابت بھی ہو جائے تو اس سے طوطی ہند کی شان کون سی بلند ہو جائے گی۔

خان آرزو خالق باری کے متعلق یہ بعض آرا زمانۂ حال کے اساتذہ و محققین کی ہیں۔ قدما میں خان آرزو (سراج الدین علی خاں) متوفی ۱۱۶۹ھ جہاں تک مجھے معلوم ہو پہلے بزرگ ہیں جو اس کتاب کا ذکر کرتے ہیں۔

غرائب اللغات اُردو لغات پر ایک کتاب عہدِ عالمگیر کے فاضل میر عبدالواسع ہانسوی کی تصنیف ہو۔ خان آرزو بعد ترمیم و اضافہ اس کی ایک جدید اشاعت تیار کرتے ہیں۔ اس اشاعت میں جو غرائب اللغات ہی کے نام سے موسوم ہو۔ خان موصوف کئی موقعوں پر رسالۂ منظومہ امیر خسرو کا جس سے ان کی مراد خالق باری ہو ذکر کرتے ہیں۔ لفظ 'انون' کی تشریح کے وقت میر عبدالواسع پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"'انون' در رسالہ بخاریکہ در ایام زمستان بر روی ہوا پیدا شود، میغ!! مولّف گوید کہ ایں غلط است چرا کہ 'انوا' در ہندی ابر بلند شدہ را گویند۔ لہذا در وقتے کہ ابر شود ہندیاں گویند 'بادل اٹھے' یعنی ابر پیدا شد و سبب غلط این است کہ امیر خسرو علیہ الرحمۃ در رسالۂ خود 'انون' میغ گفتہ و در اکثر لغت فرس میغ بمعنی بخار مذکور آوردہ و حال آں کہ میغ بمعنی ابر نیز آمدہ چنانکہ در سروری۔ و ہندی صحیح بخار مذکور کُہر است و در فارسی مشہور در کتب لغت 'تزم' بکسر نون

وسکون رائے مہملہ و میم۔"

اس موقع پر خان آرزو کی مراد خالق باری کے اس شعر سے ہے۔

خنجر و شمشیر و صمصام است تیغ   ہندوی کھانڈا کھاوے آن اسن ایغ

مطبوعہ نسخوں میں یہ شعر اسی طرح ملتا ہے لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ خالق باری کے قلمی و قدیم نسخوں میں 'آن اسن' کی جگہ 'الون' 'ادلون' یا 'انو' ملتا ہے۔

چھرے کی تشریح میں خان موصوف تحریر فرماتے ہیں :۔

"چھرا - در رسالہ "کارد بزرگ و بتازی سا طور خوانند" ہمین است درکشف اللغات و درمنتخب اللغات کارد و خنجر و درقاموس مطلق چیزے کہ بُرد، و در رسالۂ منظومۂ امیر خسرو چھرہ بمعنی استرہ است و مشہور در قصبات ہندستان نیز ہمین است۔"

یہاں خان آرزو خالق باری کے شعر ذیل کی طرف اشارہ کرتے ہیں

جاروب سوہنی کہ بدلست ٹوکرا   مقراض کترنی کہ بود استرہ چھرا

ماڑھی ایک اور لفظ ہے۔ خان موصوف اس کے متعلق لکھتے ہیں:۔

" ماڑھی در رسالہ عمارتے کہ بر قبر آتش پرستان و یہود ان سازند۔ ستودان۔ اسین مہملہ و فوقانی بوا و رسیدہ لیکن بمعنی بام است۔ چناں چہ از از رسالۂ منظومۂ امیر خسرو علیہ الرحمۃ معلوم می شود - امّا تحقیق آن است کہ ماڑھی مطلق عبارت است و بہ معنی کہ مصنف آوردہ ماڑھی بحذف الف"

خالق باری کا یہ شعر خان کے ذہن میں ہے

قصر کوشک حصن درنا زی حصا   حجرہ کوٹھا بام ماڑی در دوار

چکوا چکوی کے تعلق میں لکھتے ہیں:۔

"واین کہ در شعر امیر خسرو لفظ چکاوک بمعنی چکوا چکوی ناقص شدہ توجیہ آں در سراج اللغۃ نوشتہ ام"۔ خالق باری میں مجھے کوئی ایسا شعر نہیں ملا جس میں یہ لفظ آتا ہو۔ ممکن ہے کسی اور تالیف سے دیا ہو۔ بہرحال ان تلمیحوں سے ظاہر ہے کہ خان آرزو خالق باری سے بخوبی واقف ہیں اور اس کو امیر خسرو کی تالیف تسلیم کرتے ہیں۔ خان آرزو پر کیا موقوف ہے۔ محمد شاہ کے عہد کے بعض مخطوطوں سے بھی جن تک میری رسائی ہوئی ہے۔ اسی عقیدے کی تائید ہوتی ہے۔

میرا خیال ہے کہ ہم نے خالق باری کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دی ہے۔ تاریخ و ادب میں کہیں اس کا ذکر نہیں آتا۔ نہ خسرو کی تالیفات کے ساتھ اس کا شمار ہوتا ہے نہ اس کے قدیم نسخے دست یاب ہوتے۔ جس قدر نسخے ملتے ہیں بارہویں اور تیرھویں صدی ہجری کے نوشتہ ہیں۔ حتیٰ کہ گیارھویں صدی کا بھی کوئی با تاریخ نسخہ معلوم نہیں چہ جائے کہ دسویں صدی یا اس سے قبل کے نسخے معلوم ہوں۔

خالق باری کے تتبع میں کتابیں

گیارھویں صدی میں کم اور بارھویں تیرھویں صدی میں خالق باری کے تتبع میں درجنوں کتابیں لکھی جاتی ہیں مثلاً اللہ خدائی، از تجلی۔ فرح صبیان، از شیخ اسحق لاہوری قریب ۱۰۵۰ھ در عہد شاہ جہان۔ صمد باری از میر عبدالواسع ہانسوی۔ فتح الفہم، نصاب مصطفیٰ ۱۱۲۶ھ عہد فرخ سیر۔ اسمائے فارسی از نوندرائے۔ قرآن مصحف۔ رازق باری، از والہ۔ ایزد باری۔ لغات السعید از محمد چھار۔ مطبوع الصبیان از صفی، خالق باری از محمد اکرم۔ خالق باری از سید غلام علی شاہ امروہوی المتخلص بولا

قادر باری، از فیاض عسکری سنہ ۱۲۱۲ھ - اللہ باری، از حافظ احسن اللہ لاہوری سنہ ۱۲۰۵ھ - قادر نامۂ غالب، نصاب مختصر از مولوی قدرت احمد عاصی سنہ ۱۲۳۵ھ بالک باری، از پنڈت بل رام کشمیری سنہ ۱۲۸۰ھ - نصاب حسن عرف شمع انجمن از منشی حسن علی ولد محمد اسمٰعیل خاں بہادری سنہ ۱۲۵۵ھ - فارسی نامہ کلاں طبع قیومی سنہ ۱۳۳۲ھ - قرآن مصحف، گنج فارسی از مہلہیہ، فیض جاری از شمس الدین محمد مرحوم سنہ ۱۸۸۲ء نول کشور، نادر الترتیب مع فرہنگ طبع سنہ ۱۸۹۵ء حمد باری از عبدالسمیع رام پوری - مفید البحث از منشی جمعیت علی - اللہ پیارے، از محمد عبدالحمید - ایزد نامہ از امجد، خالق باری از احمد الدین خاں - خوش حال صبیاں - از جگجیون داس وغیرہ وغیرہ

جب اس قدر کتابیں ان تین چار صدی کے اندر اندر لکھی گئی ہیں تو ظاہر ہے کہ خالق باری بھی ان کے متصل زمانے میں لکھی گئی ہوگی - یہ امر قرین قیاس نہیں کہ خالق باری ۷۲۵ھ سے قبل بلکہ ساتویں صدی میں لکھی جائے - اس کے بعد پوری تین ساڑھے تین صدی تک اہل علم خاموش رہیں اس کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں - گیارھویں صدی میں یکایک اس کا چرچا ہو اور اس کی تقلید میں نصاب تیار ہونے لگیں - ہمارے نزدیک یہ ایک ناقابل تسلیم صورت حال ہے - خالق باری نصابی سلسلے کی ایک کڑی ہے - اس کا زمانہ ہمیں دیگر ایسی تصنیفات کے زمانہ کے قریب ماننا ہوگا -

اگر خالق باری حضرت امیر خسرو کی تصنیف ہوتی تو صورت واقعات بالکل مختلف ہوتی - اس عہد سے لے کر اب تک سیکڑوں نصاب اس کی تقلید میں لکھے جاتے - شارح اس کی شرحیں لکھتے - اہل لغات اس سے استشہاد کرتے اور کتاب ہذا مختلف فیہ لغات کے واسطے ایک معتبر اور

سنادی مآخذ قرار پائی۔ بہت کم لوگ واقف ہیں جس بے سروسامانی اور مشکلات کے ماحول میں آٹھویں، نویں اور دسویں صدی ہجری کے ہندستانی فرہنگ نگاروں نے اپنی کتب لغات ترتیب دی ہیں۔ وہ ادبی شرحوں سے لغات جمع کرتے ہیں۔ کتابوں کے حواشی سے الفاظ چنتے ہیں۔ زندہ اساتذہ سے تحقیق کرتے اور دریافت کرتے ہیں۔ خطوط و مکتوبات سے سند لیتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اگر امیر خسرو اتنا بڑا مجموعۂ لغت اپنی یادگار چھوڑ جاتے جو کہا جاتا ہے کئی بڑی جلدوں میں اور کئی ہزار اشعار کا حامل تھا۔ کس طرح ممکن تھا کہ یہ فرہنگ نگار جو درجنوں سے زیادہ ہیں اس سے استفادہ نہ کرتے بلکہ اس کے وجود سے بھی بے خبر رہتے۔ یہ خیال کرنا کہ یہ کتاب محض اتفاقیہ ان کے ہاتھ نہ لگی حقیقت سے بعید معلوم ہوتا ہے۔ کیوں کہ ان بزرگوں کے قول کے مطابق شروع ہی سے یہ کتاب داخلِ نصاب رہی ہے۔ پھر ان کی ناواقفیت اس سے کس طرح ممکن تھی۔

مولانا محمد امین نے اس یقین کے ساتھ کہ خالق باری امیر خسرو کی تصنیف ہے۔ دل کھول کر شاعرانہ انداز میں اس کی تعریف کی ہے بلکہ نصاب الصبیان سے مقابلہ کرکے خالق باری کی افضلیت کو تسلیم کر لیا ہے۔ مولانا نے غالباً یہ سب کچھ محض عقیدتاً کیا ہے۔ کیوں کہ حقیقتاً اگر ان کو مقابلہ منظور ہوتا تو نصاب الصبیان کے بجائے عبدالواسع کے نصاب سہ زبان یا ان نصابوں سے جو خالق باری کے بعد وجود میں آئے ہیں مقابلہ کرتے جو ہر حال میں زیادہ مناسب اور موزوں ہوتا۔ امیر خسرو کا احترام ہمارے دل میں بھی اسی قدر ہے جس قدر کہ مولانا کے دل میں ہے۔ لیکن خالق باری کا معاملہ اور بات ہے۔ میں امیر کی طرف اس تالیف کا انتساب اس وقت تک مشتبہ سمجھتا ہوں۔ ہمیں اس کے نقائص

پر بھی ایک نگاہ ڈالنی چاہیے ۔

اس کتاب میں ہر قسم کی ترتیب کا التزام مفقود ہے ۔ مضمون الفاظ اور وزن میں کوئی قرینہ ملحوظ نہیں ۔ ہندی الفاظ کے تلفظ کی کوئی پروا نہیں کی گئی ۔ بعض الفاظ کا صحیح ترجمہ نہیں دیا ۔ عربی فارسی اور ہندی مرادفات بالالتزام نہیں دیے ۔ کبھی فارسی ہندی دے دیے کبھی فارسی عربی پر اکتفا کی ۔ بھرتی کے الفاظ اس کثرت سے لائے گئے ہیں کہ الفاظ برائے بیت خالق باری کا قبیح پہلو بن گئے ہیں ۔ مثلاً شعر مذکورہ بالا بادہ شراب وراوق الخ میں مصرع دوم

"گرچہ ہم زاں خوری تو کنی کار نیک و بد"

تمام و کمال برائے بیت ہے ۔

وزن کی غلطیاں

یہ امر قابلِ غور ہے کہ کتاب نو عمر بچوں کے واسطے لکھی گئی ہے اس لیے اس کی بحروں کا سہل اور شگفتہ ہونا ضروری تھا ۔ لیکن تصنیف ہذا میں کوئی مستقل نہ ترتیب [illegible] وزن نظر آتا ہے ۔ اس پر طرہ یہ کہ اوزان کی غلطیاں بھی موجود ہیں ۔ کوئی مصرع گھٹ گیا ۔ کوئی بڑھ گیا مثلاً شعر آئندہ

زر بود سونا سیم چاندی نقرہ روپا   جامہ کپڑا ٹاٹ پٹ پیرہن کرتا

جو بہ ظاہر بحر رمل مسدس سالم میں ہے اس کے پہلے مصرع میں رکن اول کے بعد ایک سبب خفیف زائد از وزن لایا گیا ہے یعنی 'سونا' کا 'نا' وزن سے باہر ہے۔

جگر داں کلیجہ سپر راست ڈھال   کہ پہلو بود ہندوی پانسلی

اس شعر میں پہلے مصرع کا آخری رکن سالم یعنی فعولن آیا ہے ۔ دوسرے مصرع کا آخری رکن محذوف یعنی فعل ہے ۔ یہ اختلاف ناجائز ہے

ورنہ تِلی کے لام کو بہ تخفیف تشدید پڑھنا ہوگا ۔

اور شعر ؎

عقرب یتا زی بچھو کژدم برج فلک   بشمر تو سروش و فرشتہ ملک

ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلا مصرع انگڑائی لے رہا ہے۔ اس کے وزن کی اگر تلاش کی جائے تو فارسی والے کہیں گے کہ ہندی وزن ہوگا اور ہندی والے کہیں گے کہ فارسی ہوگا ؎

تو ست فرصا و است کھرا با درنگ   چھینکا آونگ ہندوی ڈھیل ہے درنگ

اس شعر میں آونگ کا گاف اور ڈھیل کی لام زائد از وزن ہیں

پانچ شعر کا ایک قطعہ جو بہ ظاہر وزن ہزج مسدس اخرب مقبوض محذوفنا مفعول مفاعلن فعولن معلوم ہوتا ہے۔ مولانا محمد امین صاحب چڑیا کوٹی کی مرتبہ خالق باری صفحہ ۱۲ سے یہاں درج کیا جاتا ہے۔

کیوان زحل سنیچر آمد   آدیت بپارسی خور آمد

مریخ بزبان ہندوی منگل   رائی بزبان فارسی خردل

بدھ ہے عطارد گر تو بدانی   اورا تو دبیر چرخ خوانی

برجیس مشتری برسپت   قاضی سپہر در سعادت

شاد شکر ہندوی زہرہ را نام   خنیاگر آسمان دل آرام

قطع ہذا میں پہلے شعر کا وزن درست ہے۔ لیکن دوسرے شعر کا وزن مفعول مفاعلن مفاعیلن ہے وہ بھی اس صورت میں کہ مریخ کے بعد بائے ظرفنا کو زائد از وزن قرار دیا جائے۔ تیسرے شعر کا مصرع اول بروزن مفتعلن فع دو بار ہے۔ چوتھے شعر میں برجیس کے بعد ہے کے اضافہ سے وزن درست ہوگا۔ پانچویں شعر میں مصرع اول کا وزن یقیناً ہزج

مسدس اخرب مقبوض و محذوف سے خارج ہے - بہرحال ارکان شعر میں اس قدر اختلاف عروضی نقطۂ نظر سے بالکل ناجائز ہے -

ایک ہی لفظ کے دو مختلف معنی یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ مصنف نے مختلف موقعوں پر ایک ہی لفظ کے دو مختلف معنی دے جاتا ہے :-

عنقا سیمرغ ہست لگ لگ ہے تیترا ہم بارکش ریسماں ہے جیبڑا

طاؤس مور باشد و درّاج تیترا خوب و نکو بھلا و بد و زشت ہے بُرا

گویا مصنف کے نزدیک تیتر کی فارسی لگ لگ بھی ہے اور درّاج بھی - لیکن فارسی میں لگ لگ اور درّاج دو مختلف پرندے ہیں - درّاج بیشک تیتر ہے - لگ لگ کو اہلِ لغات یوں بیان کرتے ہیں :-

"مرغ است مشہور کہ گردن و منقار و پائے دراز دارد و مار را شکار کند حکیم سنائی ؎

آں لگ لگ گو یار کرانہ اسیر در کہ الشکر تو طعمۂ من کردہ آں مار زبیاں را"

اس قسم کی غلطی حضرت امیر خسرو سے نہایت بعید ہے -

کسی دوسرے موقع پر خرما کے معنی ایک جگہ کھجور بتائے ہیں اور دوسری جگہ املی چناں چہ :-

جان خرما ہندوی املی وان صمغ گوندگلیم است کمبلی

ہندوی گوینا خرما را کھجور دا کہ را تو فارسی میدان انگور

املی اگرچہ خرمائے ہندوی کہلاتی ہے لیکن جس طریق سے مصنف نے بیان کیا ہے بے حد مغالطہ انگیز ہے - شعر دوم میں جس طرح انگور کا تلفظ لکھا گیا ہے ہمیں پنجاب کی یاد دلاتا ہے - یہ تلفظ امیر سے بعید ہے -

صحت الفاظ کی پروا نہ کرنا

مصنف صحت الفاظ کی پروا نہ کرتے ہوئے ساکن کو متحرک اور متحرک کو ساکن کر دیتا ہے ؎

ہرن آہو جانیے آہو بچہ کہیے غزال | یوزنہ بندر خرس رنچھ آمدہ گیدڑ شغال

بہ ضرورت وزن یہاں ہرن کی رے کو جو متحرک ہے ساکن اور خرس کی رے کو جو ساکن ہے متحرک پڑھنا ہوگا۔ یہ تلفظ مبتدیوں کے لیے یقیناً گمراہ کن ہے۔

کرم شب تاب است کیڑا چمکناں | نیز گویند آتشک اورا بداں

'چمکناں' بہ تحریک اوّل و دوم و سکون سوم ہے۔ یہاں وزن کی بنا پر اس کو بہ سکون دوم و حرکت سوم پڑھنا ہوگا۔

حربا گرگٹ کژدم بچھو راسو نیول | سگ ہے کتا ماہی مچھلی لقمہ کول

اس شعر میں کَولؔ جیسا کہ مولانا محمد امین صاحب نے لکھا ہے بہ حرکت اوّل و دوم ہے مگر وزن کی خاطر بہ سکون دوم و سوم پڑھا ہے ؎

گندم گیہوں نخود چنا شالی ہے دھان | جرت جونری عدس مسور برگ ہے پان

شعر ہذا میں جوار کے لیے جرت کا لفظ آیا ہے اس شکل میں یہ لفظ کتب لغات میں نہیں ملتا۔ اہل لغات زرت یا ازرت بہ تشدید دوم (جیسے حکیم یوسفی کے قصیدے میں دیکھا گیا) لکھتے ہیں اور بعض اہل نصاب بہ تخفیف تشدید لاتے ہیں۔

چرخہ رہٹہ غلّہ را پاگلہ دان | رانڈ بیوہ زال را بوڑھی بخوان

اس شعر میں پاگلہ ایسا لفظ ہے جس سے اہل لغات ناواقف ہیں۔

غیر صحیح ہندی ترجمے

اسی طرح بعض الفاظ کے ہندی ترجمے صحیح نہیں دیے۔

سیر اگھانا کور کانا بسیار راند — گرسنہ بھوکا پیاسا تشنہ یاند

کور کا ترجمہ کانا ایک نصاب کی کتاب میں جو خصوصیت کے ساتھ بچوں کے واسطے لکھی جاتی ہے درست نہیں کہا جا سکتا۔

دست برنجن کنگن کہیے پائل ہو خلخال — پائے برنجن چوڑا کہیے خوبی حسن و جمال

یہاں لفظوں کی الٹ پھیر سے غلط معنی پیدا ہو گئے یعنی پائے برنجن کے معنی چوڑا دیے ہیں۔ چوڑا ہاتھ میں پہنا جاتا ہے نہ پاؤں میں۔ چوڑا غالباً دست برنجن سے متعلق ہے جو پہلے مصرع میں آتا ہے۔

جوز بویا جائپھل بیشک بداں — ہم قرنفل لونگ را کیکر بخواں

کیکر کو پنجابی لفظ بتایا گیا ہے۔ چنانچہ تمام مطبوعہ نسخوں میں اس کو پنجابی دکھایا ہے لیکن حیرت خیز یہ امر ہے کہ اہل پنجاب اس لفظ سے جن معنوں میں کہ یہاں آیا ہے اپنی لاعلمی ظاہر کرتے ہیں۔ کیکر البتہ ان کے ہاں ببول کو کہتے ہیں نہ لونگ کو۔

شب گیر لیل و شب تو بایاں رات رین بھا — ناہید و قند و شکر گڑ جان تو ہیر بھا

یہاں شب گیر (وقت سحر پیش از صبح) کو رات کے ہم معنی کہنا برو سے لغت درست نہیں۔ اسی طرح دوسرے مصرع میں ناہید قند و شکر کے مرادف کے طور پر لا کر ان کا ترجمہ گڑ بتانا نامناسب ہے۔

دان فرزند کہ یا نگہ پود ناز لاڈ لا — استخواں ہاڑ باشد و دانہ باولا

دونوں مصرعوں میں وزن کے اختلاف سے قطع نظر ناز کا ترجمہ لاڈلا صحیح نہیں کہا جا سکتا۔ ناز بمعنی فخر و استغنا و نازش ہے۔ اِدھر لاڈلا

ناز پروردہ اور پیارا ہے نہ کہ ناز۔

رایت لوائے و نیزہ بود اسپر ست ڈھال ۔۔۔ لب آب ندی حوض دگر سرورست نال

نیزہ، رایت اور لوا کا ہم معنی نہیں مانا جا سکتا۔ نیزہ بھالا یا برچھا ہے رایت جھنڈا ہے ؎

دہیم و تاج و افسر در ہندوی مکٹ ۔۔۔ زاغ بریدہ پرا تو جان کاگ کٹ

زاغ بریدہ پر کا ترجمہ "کاگ کٹ" ناکافی ہے۔ خالی "کٹ" سے "بریدہ پر" کا مفہوم ادا نہیں ہوتا ؎

انگشتری انگوٹھی کہیے خاتم جان نگینہ ۔۔۔ ہے زنگولہ گھنگرو بچھوا جھمکا مال خزینہ

نگینے کے مشہور اور معتبر معنی نگین یا نگ ہیں۔ انگوٹھی پر اس کا اطلاق بہ سبیل مجاز ہے اور نہایت قلت سے استعمال ہوتا ہے۔ مصنف خالق باری عام فہم معنی سے احتراز کر کے غیر مشہور معنی دے رہا ہے۔ مصرع ثانی میں گھنگرو بچھوا اور جھمکا تین مختلف المعنی ہندی الفاظ جمع ہیں۔ گھنگرو زنگولہ کی ہندی ہے۔ بچھوا ایک ہتھیار ہے اور پاؤں کی انگلیوں کا زیور بھی ہے۔ جسے جھمکے کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں۔ مال اور خزینہ عربی الفاظ ہیں اور باہم مرادف نہیں۔

ہامہ کا چک مانجھ کپار جا کہیے ٹھاؤں ۔۔۔ چوں در ہندوی مرا یہ پرسی کھوپڑی ناؤں

یہاں عربی ہامہ اور اس کے فارسی مرادف کا چک کے لیے ایک ہندی مرکب لفظ مانجھ کپار دیا ہے۔ پھر فارسی لفظ جا کا ترجمہ ٹھاؤں لا کر پہلا مصرع ختم کر دیا ہے مصرع ثانی میں دوبارہ پہلے لفظ کی طرف رجوع کر کے کہا ہے کہ اگر ہندی میں پوچھو گے تو اس کا نام کھوپڑی ہے۔ یہ نامناسب طریقہ ہے کہ ایک لغت کی تشریح دوسرے لغت کے بعد لا کر متعلم کے ذہن میں غلط فہمی کا موقع پیدا کیا جائے۔ مولانا نذیر احمد نے اس سقم کو دور کرنے کے

لیے شعر کو یوں بدلا ہے :-

ہاسہ کا چاک کھوپڑی باشد بہیجا مغز دماغ   کلہڑا کوزہ صراحی بوتل پیالہ کاسہ ایاغ

اسی قسم کی تقدیم و تاخیر کی مثال میں ایک اور شعر دیا جاتا ہے :-

دشمن بیری کوس دمامہ باراں مینہ   عشق و محبت عاشق متر جانی نیہہ

یہاں بھی عشق و محبت کا ہندی ترجمہ 'نیہہ' غیر لفظ عاشق اور اس کے ہندی مرادف متر کے بعد جا کر دیا ہے - ع

طفل کودک خورد بالا منڈھ را

اس مصرع میں 'را' حشو ہے بالکل مہمل اور بدنما ہے

سمندر رہے آگ میں جیو کیڑا   چو بعد است دور و چو نزدیک نیڑا

'بُعد' کی فارسی دوری ہے نہ کہ دور یا یوں کہیے کہ 'دور' کے واسطے بعید آنا چاہیے تھا۔ ایسی غلطی مصنف یا کاتب کی بے خیالی سے پیدا ہو سکتی ہے - لیکن تعجب اس بات پر آتا ہے کہ امیر خسرو کے لحاظ سے کسی نے خالق باری کی ایسی غلطیوں کی درستی کی جرأت نہ کی -

موسل ست معروف ہاون اوکھلی   چوب دستہ موسل است خوشہ پھلی

یہ شعر بھی مصنف کی بے پروائی کی مثال میں لایا جا سکتا ہے - پہلے مصرع میں 'موسل' کو معروف کہہ کر چھوڑ دیا اور دوسرے مصرع میں وہی لفظ مکرر لا کر اس کی فارسی 'چوب دستہ' دی ہے -

نام کیول را بداں نیلوفر است   کبہ و جیش چشم بداں لشکر است

کیول کوئی لفظ نہیں - اصلی لفظ 'کنول' ہوگا کسی غلطی کی بنا پر 'کیول' لکھا گیا - لیکن امیر خسرو کے رعب میں آ کر کسی نے اس کی تصحیح کا اقدام نہیں کیا - اسی طرح دوسرے مصرع کے پہلے رکن میں 'کبہ و' کی جگہ 'کو کبۂ' زیادہ مناسب

اور باہم مبہم معلوم ہوتا ہے۔

مصنّفِ خالق باری اور امیر خسرو مختلف ہیں

یہاں بعض ایسی شہادت پیش کی جاتی ہے جس سے قیاس ہوتا ہے کہ مصنّف خالق باری اور امیر خسرو دو مختلف شخصیتیں ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض امور میں ان کی معلومات مختلف ہے مثلاً

خالق باری: تیہو بیر عنقا مست تدرو و کبک ہنس   تیہو پرقانت کا نور ہے زرہ پیر نیل ہنس

اس شعر میں تدرو۔ کبک اور ہنس تین مختلف پرندوں کو مصنف نے ایک مان لیا ہے۔ کبک کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ اس کو ہم چکور کہتے ہیں۔ ع

کبک کو ہندی میں کہتے ہیں چکور

ہنس آبی پرندہ ہے۔ تدرو کے واسطے اہلِ لغات لکھتے ہیں:۔

"مرغیست صحرائی شبیہ بخروس در نہایت خوش روئی و خوش رفتاری۔"

لیکن قابلِ ذکر یہ امر ہے کہ خود امیر خسرو کبک اور تدرو کو علی الرغم مصنف خالق باری علاحدہ علاحدہ پرندے تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ قران السعدین میں

آں کہ پریدے ز پرِ خود تدرو   ماندہ چو پرگم شدگاں زیرِ سرو
لالہ چو از کوہ برفت از شکوہ   کبک بپرید ز دل از تیغ کوہ

قران السعدین میں دونوں شعر اسی ترتیب سے بالاتصال آتے ہیں جس سے اس بات میں کوئی شبہہ نہیں رہتا کہ امیر کے نزدیک کبک اور تدرو علاحدہ علاحدہ پرندے ہیں۔ اس کی تائید نظامی کے اشعار سے بھی ہوتی ہے چنانچہ

دیدہ بہ باغ رنگیں چو کبک و تدرو   سر گل در چمن با ناز خرامندہ سرو

(سکندر نامہ صفحہ ۱۸۹ مطبع محمد اللہ قانی)

دیگر: چمن باز نو شد بہ شمشاد و سرو   خرامش در آمد بہ کبک و تدرو

(سکندر نامہ صفحہ ۱۵۳ مطبع مصطفائی ۱۲۷۴ھ)

دیگر: ز تیہو و دراج و کبک و تذرو | نیابد تہی سایۂ بید سرو

سکندر نامہ صفحہ ۱۵۳ مطبع مصطفائی ۱۲۷۴ھ

بہرحال خسرو کی طرح نظامی بھی کبک و تذرو کو جداگانہ پرندے قبول کرتے ہیں اگر خالق باری امیر کی ملک ہوتی تو کبک و تذرو کو ایک دوسرے کا مرادف ماننے کی غلطی ان سے سرزد نہ ہوتی۔ یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ خالق باری کا مصنف اور امیر خسرو ایک شخص نہیں ہیں۔ نہ ہم یقین کر سکتے ہیں کہ خسرو ہاں۔ تذرو اور کبک میں کوئی فرق نہیں کر سکتے تھے ؎

تور ستور گاؤ تا گیلہ | خدائی لادو خدائی الہ

یہاں لادو بمعنی گدھا یا باربردار ہے لیکن امیر خسرو دول رانی خضر خانی میں باربردار کے لیے جو ہندی لفظ لائے ہیں 'لادی' ہے ؎

سوئم لادی گرفتہ بر سر اسپ بار | کہ در ہندی است لادی بار بردار

لادی فی زمانہ بوجھ کے واسطے آتا ہے یعنی اتنا وزن جو کوئی جانور ایک مرتبہ لے جا سکتا ہو۔

ستور کا اطلاق اگرچہ چارپائے پر ہوتا ہے مگر زیادہ تر مراد گھوڑا لیا جاتا ہے۔ فردوسی ؎

ز سم ستوران دراں پہن دشت | زمیں شش شد و آسماں گشت ہشت

دیگ ہانڈی کپھر ڈوئی سے خطا | تابہ گزگان است کڑاہی دتوا

گزگان یا گزکان نے مصنوعی لغت کی حیثیت اختیار کر لی ہے یہ لفظ آنندراج، نفائس، برہان، رشیدی اور جہانگیری میں نہیں ملتا۔ البتہ قازغان، قزغان اور گزغان بمعنی "دیگ بزرگ مسین" ملتا ہے جو ترکی لفظ ہے۔ امیر خسرو فرماتے ہیں ؎

دلے با ایں ہمہ زیں خوان خالی شستہ ہائیم — کہ حلوائے رضا پختہ نگردد اندریں گزغان[1]

یا ورسنے کہ تسروکے نزدیک اس کا تلفظ 'گزغان' ہے نہ 'گزگان' یا 'گزکان'
جیسا کہ خالق باری میں آتا ہے۔ مصنف خالق باری اسے کڑاہی کے معنی میں
لایا ہے حالاں کہ دیگ اور کڑاہی میں بڑا فرق ہے۔

کتب لغات

ایک بات یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ ایسی تالیف
بغیر کتب لغات کی امداد کے مشکل سے تیار ہو سکتی ہے۔
ہندستان ہی صرف ایسا ملک ہے جہاں فارسی لغات کے سلسلے میں بڑی سرگرمی
و تندہی کے ساتھ باقاعدہ کام کیا گیا ہے۔ چوں کہ اس ملک میں فارسی کی حیثیت
ہمیشہ سے اکتسابی رہی ہے۔ اس لیے ہر زمانے میں اس مضمون میں دلچسپی
لی گئی ہے اور فرہنگیں کثرت کے ساتھ لکھی گئی ہیں۔ عہد مغلیہ میں جو لغات
تصنیف ہوئے مثلاً فرہنگ جہانگیری و سروری و رشیدی وغیرہ۔ ان سے
خالق باری کو کوئی سروکار نہیں۔ عہد قبل مغل میں پھر ایک دراز سلسلہ
فرہنگوں کا ملتا ہے جو ہندستان کے مختلف مقامات میں وجود میں آئیں۔ ان
میں سب سے مقدم فرہنگ نامہ قواس ہے جو علاء الدین محمد شاہ خلجی ۶۹۵ھ
و ۷۱۵ھ کے عہد کے مشہور شاعر مولانا فخر الدین مبارک شاہ غزنوی قواس
یا کمانگر کی تالیف ہے۔ اس کے بعد دستور الافاضل کا نمبر ہے جس کو مولانا
رفیع المعروف بحاجب خیرات دہلوی ۷۴۳ھ میں ختم کرتے ہیں۔ قاضی
بدر الدین محمد دہلوی نے ۸۲۲ھ میں ادات الفضلا۔ مولانا محمد بن قوام بن
رستم کراپی (گجراتی) نے ۸۳۷ھ میں بحر الفضائل۔ مولانا محمد بن داؤد شادی
آبادی (منڈوی) شارح انوری و خاقانی نے مفتاح الفضلا۔ مولانا ابراہیم

[1] شد بندہ مانم از پے ترتیب نان شان — قزغان گرو تغار گرو آسیا گرو
(دیوان حسن سنجری ص ۳۲۷ مرتبہ حضرت محوی)

فاروقی نے ۸۷۷ھ میں شرف نامۂ منیری - مولانا محمود بن شیخ ضیا نے ۹۱۶ھ میں سکندر لودھی کے نام پر تحفۃ السعادت تصنیف کیں - اسی طرح اور فرہنگیں ہیں جن کے زمانوں اور مصنفوں سے ہم ناواقف ہیں مثلاً قنیۃ الطالبین از ابن باب قاضی شمس - زفان گویا از ملا رشید برادر جامع شرفنامہ منیری - فرہنگ علی بیگی - فرہنگ شیخ زادہ عاشق - فرہنگ شیر خانی - مؤید الفوائد - لسان الشعرا - فوائد الفضلا - اصطلاحات شعرا - طب حقائق الاشیا وغیرہ وغیرہ اس سلسلے کی آخری کڑی مؤید الفضلا ہے جو کہتے ہیں ۹۲۵ھ میں تصنیف ہوئی اب خالق باری اس سلسلہ کی فرہنگوں پر اساس پاتی ہے

ان فرہنگوں کے ساتھ خالق باری کا علاقہ یہاں بعض ایسے امور کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے جو براہ راست اس تالیف کا علاقہ عہد قبل مغل کی فرہنگوں کے ساتھ وابستہ کرتے ہیں - خالق باری میں بعض وہی غلطیاں نظر آتی ہیں جو خود ان فرہنگوں میں موجود ہیں مثلاً ہم اوپر دیکھ آئے ہیں کہ امیر خسرو کے نزدیک تدرو اور کبک دو مختلف پرندے ہیں - لیکن صاحب خالق باری نے ان دونوں پرندوں کو ایک مانا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ خود بعض اہل لغات اس غلطی کے مرتکب ہوئے ہیں - مثلاً فرہنگ مؤید الفضلا میں تدرو کی تشریح میں ہم یہ عبارت پڑھتے ہیں -

"تدرو بفتحتین کبک و آں پرندہ ایست آتش خوار و خوش رفتار کہ بکوہ ہا بود" کذا فی ادات (الفضلا) ادات الفضلا جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے ۸۲۲ھ میں تالیف ہوئی ہے - اب ظاہر ہے کہ صاحب خالق باری نے اپنی کتاب تالیف کرتے وقت ادات الفضلا بلکہ مؤید الفضلا سے امداد لی ہے جس سے عبارت بالانقل ہوئی ہے

نیا خال ہندوی ماموں جان   اور شمو کہیے چچا بکھان

نیا - کے مشہور معنی نانا یا دادا ہیں - چنانچہ لغت فریس، فرہنگ جہاں گیری، فرہنگ رشیدی، چراغ ہدایت اور آنند راج میں یہی معنی دیے ہیں اور فردوسی بالعموم انھی معنوں میں لاتا ہے۔

دورو گزر ماند شد مابون آیا   ہمانش نبیرہ ہمانش نیا

مصنف خالق باری نہایت مشہور و مستند معنی ترک کر کے مشتبہ یا غلط معنی "ماموں" بیان کرتا ہے اس کی وجہ یہی ہے جو اوپر عرض ہو چکی ہے یعنی اس کے ماخذ مؤید الفضلا میں اس لغت کی تشریح میں یہ عبارت لکھی ہے -

"نیا، جدو برادر مادر و برادر بزرگ"

یاد رہے کہ آخری دونوں معنوں کے واسطے ہمارے پاس کوئی معتبر سند موجود نہیں -

شب چراغ یاقوت رتن ہیرا ہے الماس   اور زمرد پنا کہیے کسوت جان لباس

شب چراغ کو یاقوت اور رتن کا مرادف ماننا درست نہیں کیوں کہ وہ گاؤ دریائی کا گوہر ہے اس لیے دریائی ہوا نہ کانی اور یاقوت جواہر کانی سے ہے جیسے لوگ لاعلمی میں لعل بھی کہہ دیتے ہیں - شب چراغ کو امیر خسرو نے کبھی ستاروں کے ساتھ تشبیہ دی ہے کبھی یاقوت شب کے ساتھ اور کبھی لعل آتشیں کے ساتھ - مثالیں :-

"(۱) آں کہ گویند گوہر شب چراغ کہ چوں نور شب قدر تا پیدا است - ہمچوں آفتاب روشن شد کہ ہماں یاقوت شب است پوشیدہ نیست کہ چراغے از چراغے فروزند باآں کہ گوہر شب چراغ از چراغ خورشید افروختہ اما اگر بہ نزدیک خورشید برند دور نہ باشد کہ آتش در چراغ خورشید

اس لیے ایک مانتے ہیں کہ ان کے ماخذ شرف نامۂ ابراہیم فاروقی میں (بحوالہ عجائب البلدان) اور مؤید الفضلا میں لعل کی تشریح میں یہ عبارت ملتی ہے:

"لعل گوہرے ست قیمتی و رخشاں بدیں جا رود نیفتد مگر بہ سراندیپ وآں را گاوی می آرد از دریا (خلاصتہ در شرف نامہ) در دہن خود گیرد و در صحرا می نہد و بروشنائی آن گیاہ و علف را می خورد۔ مردم در کمین باشند گل تر بر سرش زنند۔ گاو بانگ و زاری کناں باز بدریا شود مردم آں را بردارند۔"

یہ درحقیقت شب چراغ کا بیان ہے۔ نہ لعل و یاقوت کا۔ شب چراغ کو عہد مغلیہ کے اہل لغات کسی گاو دریائی کا گوہر بتاتے ہیں جس کی روشنی میں وہ رات کو چرتی ہے۔ فرہنگ آنند راج و غیاث اللغات میں یہی تشریح ملتی ہے۔

شب چراغ پر لعل و یاقوت کا اطلاق عہد قبل مغل کے شارحین و فرہنگ نگاروں کی غلط فہمی کی وجہ سے ہے جس کا پرتو ہم خالق باری میں دیکھتے ہیں۔

اس مختصر تبصرہ سے یہ امر روشنی میں آتا ہے کہ بعض اغلاط مغلیہ عہد سے قبل کی فرہنگوں مثلاً مؤید الفضلا اور خالق باری میں مشترک ہیں۔ اس لیے ہم اس قیاس میں حق بجانب ہیں کہ خالق باری مؤید الفضلا کی تالیف کے بعد وجود میں آئی ہے۔

خالق باری کا شعر ذیل بھی مؤید الفضلا کے بیان پر مبنی معلوم ہوتا ہے۔

ہندوی پیپل بود فلفل دراز — مرچ فلفل گرد را گو ہند باز

شعر ہذا میں فلفل کی دو قسمیں بتائی گئی ہیں۔ پہلی فلفل دراز جسے ہندی میں پیپل کہتے ہیں۔ دوسری فلفل گرد جسے ہندی میں مرچ بولتے ہیں۔ یہ یاد رہے کہ قدیم فرہنگوں میں فلفل یا پلپل کا لفظ مل جاتا ہے لیکن ان فرہنگوں

نیں اس کی تقسیم باعتبار درازی و گولائی نہیں دی گئی مثلاً قنیۃ الطالبین میں مرقوم ہے :-

"پلپل بکسر دوم متجانس ، معروف"

شرف نامۂ احمد منیری میں (تالیف ۸۶۵ھ) یہ تشریح نظر آتی ہے -

"فلفل بضم یکم وسویم ، پلپل و بکسر ہاں پلپل"

لیکن موئید الفضلا تالیف ۹۲۵ھ میں یہ عبارت دی گئی ہے : -

"وآن دو ایست یکے پلپل گرد کہ آں را بہندوی مرچ نامند ودوم پلپل دراز وآنرا بہندوی پیپل گویند وآں ہر دو برائے تداوی بکار آید"

اب خالق باری میں بھی یہی تقسیم بعینہ انھی الفاظ میں دی گئی ہے جس سے اس احتمال کی کافی گنجایش نکل آتی ہے کہ خالق باری کا ماخذ موئید الفضلا ہے۔ ذیل کا شعر بھی اسی احتمال کا موید ہے

چراغ است دیا فتیل است باتی ... پود جد دادا نبیرہ است ناتی

نبیرہ فرزندزادہ ہے یعنی پوتا اور نواسا - بلکہ زیادہ مشہور معنی پوتا ہیں چناں چہ مولانا نذیر احمد نے اپنی ترمیم کردہ نصاب خسرو میں آخری مصرع یوں لکھا ہے - ع

بود جد دادا نبیرہ است پوتا

ویسے بھی جد کے ساتھ لائے جانے سے قدرتاً پوتا مراد ہوسکتی ہے - لیکن ناتی نواسا ہے جس سے ظاہر ہے کہ مصنف خالق باری نواسے کے معنوں میں لایا ہے - بہرحال وہ موئید الفضلا کے اثر میں کام کر رہا ہے جہاں نبیسہ کی تشریح میں یہ عبارت ملتی ہے :-

"نبیسہ پسر دختر اما در ہند نبیسہ پسر پسر را گویند و نبیرہ پسر دختر را"

اور نبیرہ کے ذیل میں یہ عبارت تحریر ہے:-

"ایں جا (ہندستان) نبیرہ از جانب دختر و نبیسہ از طرف پسر گویند"

(موید الفضلا)

شب چرا رخش و تگاور خنگ توسن ہے ترنگ
ببر ضیغم شیر ناہر یوز چیتا ہے پلنگ

اس شعر میں مصنف خالق باری شب چرا، تگاور، خنگ اور توسن کو ایک دوسرے کا مرادف مان کر مطلق اسپ کے معنوں میں لایا ہے اور وہ فرق جو باعتبار وصف و معنی ان الفاظ میں مضمر ہے نمایاں نہیں کیا - مثلاً خنگ اسپ سپید ہے - تگاور دونده رہوار ہے - رخش: لورا برش یعنی جو سرخ و سپید بال ملا ہو - یہ فرق ذہن نشین کرائے بغیر ہر لفظ کے معنی گھوڑا کہنا درست نہیں - شب چرا اور بھی زیادہ قابل غور ہے جو ضروری نہیں کہ اسپ ہو - اس کا اطلاق ہر ایسے حیوان پر ہو سکتا ہے جو چرندہ شب ہو یعنی رات کو چرتا ہو - مثلاً اس کا اطلاق اس گائے پر بھی ہو سکتا ہے جو [illegible] کی مالک ہے اور رات کے وقت اس کی روشنی میں چرتی ہے جیسا کہ ہم اوپر دیکھ آئے ہیں -

شب چرا ایسا لفظ ہے جس کا وجود مشتبہ ضرور ہے - [illegible]

ہاں سکندر نامے میں ایک شعر آتا ہے -

بشب رنگی آں شب چرا گشت مست — چو مہ آمدہ شب چراغے بدست

(مصنف سکندر نامہ)

شعر ہذا براق کے ذکر میں بیان معراج میں آتا ہے - اس کی تشریح دو طرح سے کی گئی ہے -

(۱) اگر شب چرا کو مبتدا اور مست کو خبر مانا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ وہ شب چرا یعنی براق رات کی گھپ سیاہی دیکھ کر بہت محظوظ ہوا جس کے سبب سے چاند سا شب چراغ (مراد ذات رسول اللہ صلعم) اس کے ہاتھ لگ گیا تھا۔

(۲) اگر پہلا مصرع سوال اور دوسرا مصرع جواب مانا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ وہ رات اپنی تاریکی پر اس قدر کیوں نازاں تھی؟ جواب دیا ہے کہ چاند کا سا شب چراغ (ذات رسول) اس کے ہاتھ آگیا تھا۔ اس صورت میں شب علاحدہ اور چرا استفہامیہ ہے اور شب چرا بحیثیت لفظ کا مہمل ہو جاتا ہے۔ عہد مغلیہ کے لغت نگار شب چرا بمعنی چرندہ شب لیتے آئے نہ بمعنی اسپ جو خالق باری میں لیے گئے ہیں۔

خالق باری کی عالمگیر مقبولیت کچھ اس کے داخلی محاسن پر موقوف نہیں ہے۔ جس قدر اس عقیدے کی بنا پر کہ وہ حضرت امیر خسرو دہلوی کی یادگار ہے۔ اس کی تائید میں خاتمہ کا شعر نقل کیا جاتا ہے جو قدیم و جدید نسخوں میں بالکل مختلف ہے۔ مطبوعہ نسخوں میں اس کی شکل یوں ہے:

مولوی صاحب سرن پناہ   گدا بھکاری خسرو شاہ

قدیم مخطوطوں میں جو بارھویں صدی ہجری کے ربع دوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس طرح مرقوم ہے:

خالق باری کبھی تمام   دوں جگ رہا خسرو کا نام

انڈیا آفس کے ایک نسخے میں جو سنہ ۱۲ جلوس محمد شاہی یعنی سنہ ۱۱۴۳ھ کا نوشتہ ہے۔ ذیل کی صورت میں ملتا ہے:

خالق باری بھئی تمام   دیل خسرو گھر آئیے (کھنی) اشام

ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ وہی شعر جو امیر کے نام کی مہر کا حامل ہے۔ قدیم و جدید نسخوں میں اس قدر اختلاف کے ساتھ ملتا ہے

خالق باری کا اثر بعد کے نصابوں پر

نصاب الصبیان کی طرح خالق باری کا اثر بعد کے نصابی لٹریچر پر بیحد ہے - نہ صرف اردو نصاب اس کے شرمندۂ احسان ہیں بلکہ پنجابی، پشتو، گوجری، دکنی، برج و تلنگی زبانوں پر بھی اس کا اثر کارفرما ہے - گزشتہ دو صدیوں میں یہ کتاب ہندستان کے اکثر صوبوں میں داخل درس رہی ہے - ہندستان - پنجاب، گجرات و دکن کے سرکاری وغیر سرکاری درس گاہوں میں شامل نصاب رہی ہے اور اس قدر مقبول رہی ہے کہ پنجاب و دکن نے اس پر مقامی رنگ چڑھا دیا ہے - اہل قلم نے اس کی تقلید میں نصاب طیار کیے ہیں - بعض نے اس کے قبول عام سے مرعوب ہوکر اور اس کے مقابلے میں اپنے نصابوں کو سرسبز نہ ہوتا دیکھ کر خود خالق باری کی ترمیم و اصلاح شروع کر دی ہے - مثلاً (۱) ترمیم شدہ خالق باری از منشی محمد بلاقی (۲) از ابوالخیر محمد زبیر اجمیری - (۳) نصاب خسرو معروف بہ خالق باری از مولانا نذیر احمد مرحوم - بعض نے اس کی ترتیب عروضی اوزان کے اعتبار سے کی ہے ملاحظہ ہو مطبوع صبیان از صفی - بعض نے اپنی تصنیف کے واسطے یہی نام اختیار کیا ہے مثلاً خالق باری از اکرم - خالق باری از سید غلام علی شاہ امروہوی - صرف اردو کے میدان میں ذیل کی کتابوں کے نام بہ تقلید خالق باری رکھے گئے ہیں -

(۱) صمد باری از عبدالواسع ہانسوی (۲) اللہ باری از احسن تالیف ۱۲۰۷ھ

(۳) رازق باری از والہ (۴) ایزد باری (۵) قادر باری از فیاض عسکری ۱۲۱۰ھ (۶) حمد باری از عبدالسمیع رام پوری (۷) فیض جاری از میر شمس الدین تخلص ...
پنجابی زبان میں یہ نام خالق باری کے تتبع پر رکھے گئے ہیں :۔
(۱) واحد باری تالیف سمہ ۱۷۷۹ یا سمہ ۱۷۸۳ (۲) رازق باری از اسماعیل ۱۱۷۸ھ (۳) ایزد باری از کھڑل پسر سائینداس ستامی ۱۱۸۵ھ (۴) صنعت باری از گنیش داس پڈہرہ قانون گوے ۱۲۲۰ھ (۵) واسع باری از یک دل ۱۲۳۱ھ (۶) اللہ باری (۷) ناصر باری (۸) اعظم باری (۹) صادق باری ۔

یہ کہنا مبالغے میں داخل نہیں کہ اُردو کی نشر و اشاعت میں اس تالیف نے ایک نہایت قابلِ قدر خدمت کی ہے جس کی نظیر دوسری زبانوں میں موجود نہیں ۔ ہندستان میں مطابع کے قیام نے اس کی عالم گیر مقبولیت کو بیحد ترقی دی ہے اور کمپنی کے زمانے سے اب تک سیکڑوں مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔ چناں چہ مشتے نمونہ از خروارے میرے کتب خانے میں جو اب پنجاب یونی ورسٹی کے خزانے میں محفوظ ہے ۔ خالق باری کے ذیل کے قلمی اور مطبوعہ نسخے موجود ہیں۔

قلمی نسخے

۳۵[1]۔ خالق باری ۔ خاتمہ : تمت تمام (شد) نصاب ہندی زبان تصنیف امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ بتاریخ بست و پنجم جمادی الثانی ۱۱۳۵ھ "
۱۱۷۔ خالق باری بہ دستخط غلام محبوب الٰہی ۱۲۰۳ھ
۹۸۴۔ خالق باری بہ خط شیو دیال کپاہی متوطن آستانہ متبرکہ پاک پٹن سمہ ۱۹۸ ...
۹۸۶۔ خالق باری بپاس خاطر ثمرۂ شجرۂ آمال و امانی ......

---

[1] یہ اور آنے والے نمبر میری کتابوں کی فہرست سے تعلق رکھتے ہیں ۔

۱۰۹۹ء۔ خالق باری ناقص الاوّل

۱۱۰۰ء۔ خالق باری از غلام علی شاہ امروہوی

۱۱۰۲ء خالق باری نوشتۂ حافظ احسن اللہ لاہوری مصنف مفتاح الافواہ ۱۱۹۰ھ

و ذوق الصبیان تالیف ۱۲۰۰ھ

۱۱۰۳ء۔ خالق باری نوشتہ ۱۲۰۸ھ بخط قدرت اللہ

۱۱۰۱ء۔ خالق باری بہ خط غلام محی الدین۔ کتابت قرن دوازدہم ہجری۔ بر کاغذ

نیلگوں مثل ابری۔

۱۱۰۸ء۔ خالق باری بہ خط فارسی و ہندی و گورمکھی بر کاغذ کشمیری تقطیع کلاں

بطرز بہی

۱۱۱۳ء۔ (۳) خالق باری نوشتۂ قرن سیزدہم

۱۱۱۵ء خالق باری ناتمام

۱۲۲۲ء۔ خالق باری ناقص الآخر قرن سیزدہم

۱۲۴۳ء۔ (۳) خالق باری نوشتہ ۱۲۱۲ھ

۱۲۲۳ء۔ خالق باری ناقص الآخر بہ خط عبد الرحمن خاں بن محمد روشن خاں جو غالباً

۱۲۵۴-۵۳ھ کے درمیان نقل ہوئی۔ کاتب مشہور مطبع نظامی کانپور

کے مالک تھے۔

۲۳۲۲ء (۴) خالق باری بپاس خاطر محمد بخش (غالباً ۱۲۶۲ھ کی نوشتہ ہے)

مطبوعہ نسخے

۱۳۲۲ء خالق باری مطبع مصطفائی محمد مصطفیٰ خاں۔ ہفتم شہر صفر المظفر ۱۲۵۷ھ

بیت السلطنت لکھنؤ زیر اکبری دروازہ بہ محلۂ محمود نگر

۱۳۲۲ء۔ خالق باری بتاریخ چہارم شہر جمادی الاوّل ۱۲۶۵ھ در مطبع مصطفائی۔

باہتمام محمد مصطفےٰ خاں ولد حاجی محمد روشن خاں مرحوم در بیت السلطنت لکھنؤ زیر اکبری دروازہ بہ محلہ محمود نگر

۱۳۴۴۔ خالق باری بہ خط نیاز خط میر محمد بخش واقع دار الخلافہ شاہجہاں آباد۔ مقام چھتہ موم گراں در مطبع میرزائی باہتمام حافظ بیر خاں بست چہارم ماہ ربیع الاول سنہ ۱۲۶۶ھ

۱۳۴۵۔ خالق باری۔ مطبع مصطفائی باہتمام محمد مصطفےٰ خاں ولد حاجی محمد روشن خاں مرحوم در کتب کان پور محلہ پٹکا پور دہم ماہ صفر سنہ ۱۲۶۹ھ

۱۳۴۶۔ خالق باری۔ مطبع مصطفائی۔ باہتمام محمد مصطفےٰ خاں ولد حاجی محمد روشن خاں مرحوم بتاریخ نہم شہر شوال سنہ ۱۲۶۹ھ ہجری در شہر کانپور بہ محلہ پٹکا پور

۱۳۴۹۔ خالق باری بفرمائش مسٹر جان انگلس بہ مقام سیالکوٹ در مطبع چشمہ فیض باہتمام لالہ دیوان چند ماہ ستمبر سنہ ۱۸۵۴ء

۱۳۵۰۔ خالق باری سنہ ۱۲۷۲ھ در مطبع عزیزی

۱۳۵۱۔ خالق باری سنہ ۱۲۷۳ھ ہجری نبوی در مطبع عزیزی باہتمام خواجہ عبد اللطیف

۱۳۵۲۔ خالق باری در مطبع نظامی واقع کانپور باہتمام محمد عبد الرحمن ولد حاجی محمد روشن خاں بتاریخ نہم شہر شعبان سنہ ۱۲۷۵ھ در شہر کانپور محلہ پٹکا پور

۱۳۵۳۔ خالق باری۔ مطبع نظامی واقع کانپور باہتمام محمد عبد الرحمن در ماہ رمضان سنہ ۱۲۷۶ھ

۱۳۶۹۔ خالق باری سنہ ۱۲۸۰ھ مطبع نظامی واقع کانپور

۱۳۵۴۔ خالق باری سنہ ۱۲۸۹ھ۔ مطبع اسدی لکھنؤ حسب فرمائش محمد عبد الستار خاں

۱۳۵۵۔ خالق باری حسب الحکم کپتان ہالرائڈ بہادر ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن ممالک پنجاب سنہ ۱۸۷۱ء

۱۳۵۶۔ خالق باری باہتمام منشی ہاکی لال در مطبع دامن گیر واقع لاہور سنہ ۱۸۷۱ء

۱۳۵۷۔ خالق باری مطبع عزیزی واقع کان پور با ہتمام محمد عبد العزیز مالک مطبع و فرمایش سید اشرف علی (قبل ۱۸۹۷ء)

۱۳۵۸۔ خالق باری مدارس احاطۂ پنجاب کے لیے ۔ مطبع لارنس پریس لاہور میں باہتمام غلام محمد پرنٹر

۱۳۵۹ خالق باری مدارس احاطہ پنجاب کے لیے حسب فرمائش میاں حفیظ اللہ تاجر کتب ساکن لاہور مطبع گنیش پرکاش میں باہتمام گوبند سہاے ۔

۱۳۵۹ خالق باری ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۹ء در مطبع نامی لکھنؤ ساتویں مرتبہ ماہ ستمبر ۱۸۹۹ء

۔۔۔ خالق باری در مجموعۂ فارسی مطبع فتح الکریم بمبئی ۱۳۰۲ھ ایضاً مطبع کریمی بمبئی ۱۳۱۸ھ ایضاً مطبع کریمی ۱۳۲۰ھ

۱۳۶۰ خالق باری مطبع مفید عام لاہور ۔ پیلا کاغذ ۔ تاریخ ندارد ۔

۱۳۶۱ خالق باری مطبع مفید عام لاہور بے تاریخ ۔

۱۳۶۱(۲) خالق باری ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء مطبع مفید عام لاہور

۱۳۶۲ خالق باری ۱۳۲۶ھ مطبع کریمی واقع بمبئی ۔

۱۳۶۳ خالق باری اگست ۱۳۳۰ھ الیکٹرک ابو العلائی پریس، چوراہہ نائی منڈی آگرہ ۔

۱۳۶۴۔ خالق باری ۱۳۳۳ھ حسب فرمایش شیخ برکت علی محسن علی تاجران کتب لاہور باہتمام ملک چراغ دین مالک کیکسٹن پرنٹنگ الیکٹرک ورکس لاہور ۔

۱۳۶۶۔ خالق باری مطبع ابو العلائی آگرہ ۱۳۳۹ھ

۱۳۶۷ خالق باری الیکٹرک ابو العلائی پریس آگرہ ۱۹۳۱ء

۱۳۷۱ خالق باری مطبع مجتبائی لکھنؤ حسب فرمایش منیجر صاحب مجتبائی پریس حافظ محمد عبد العزیز ابن حاجی محمد عبد اللہ صدیقی ۔

۱۳۷۲ خالق باری باہتمام محمد ولی اللہ تاجر کتب مراد آباد بازار منڈوی و مالک

مطبع گل زار احمدی مراد آباد

۱۳۷۳ھ خالق باری۔ تاریخ و نام مطبع ندارد (غالباً طبع بمبئی)

۱۳۷۴ھ۔ خالق باری حسب فرمایش سعیدی کمپنی کان پور محلہ پٹکاپور باہتمام غنی احمد
ابن حاجی عبدالصمد مرحوم ، مطبع رزاقی کان پور۔

۱۳۷۵ھ۔ خالق باری مطبع جوالا پرکاش واقع میرٹھ (کتبہ مشتاق احمد تلمیذ تمر لکھنوی)

۱۳۷۶ھ۔ خالق باری جلی قلم۔ نگارش قلم منشی منظور صاحب شیریں قلم لاہوری۔ مطبع
مفید عام واقع لاہور سنہ ۱۹۱۰ء تقطیع کلاں

۱۳۷۷ھ خالق باری، جلی قلم۔ نگارش منشی محمد شمس الدین اعجاز رقم لکھنوی۔ مطبع منشی
نول کشور واقع حضرت گنج ، بار شانزدہم سنہ ۱۹۱۱ء

۱۳۷۹ھ۔ خالق باری۔ بال کشن مشین پریس سنہ ۱۹۲۷ء

۱۳۸۱ھ۔ ترمیم شدہ خالق باری مع شرح (اور افیہ نوں کی کریا انہ بیان دیزدالی)
تصنیف منشی بلاقی مدرس مدرسہ ملیرہ رام پور ضلع مظفر نگر۔ مطبع حدیقۃ العلوم
میرٹھ۔

۱۳۶۶ھ۔ خالق باری در مطبع قیومی واقع کان پور۔ ترمیم شدہ از ابوالخیر محمد زبیر
اجمیری سنہ ۱۳۱۳ھ

۱۳۶۵ھ۔ خالق باری باہتمام محمد عبدالصمد نبیرہ حاجی محمد مصطفٰے خاں مطبع رزاقی
کان پور سنہ ۱۳۱۴ھ ترمیم شدہ مطابق روزمرہ حال از ابوالخیر محمد زبیر اجمیری۔

۱۳۸۲ھ نصاب خسرو معروف بہ خالق باری از مولوی نذیر احمد ایل ایل۔ ڈی
مطبع انسٹی ٹیوٹ گزٹ سنہ ١٣٣٧/١٩١٩

دیباچۂ دوم

میں گزشتہ سطور سے جو خالق باری کے ایک نئے ایڈیشن کے واسطے بطور دیباچہ تحریر ہوئی تھیں فارغ ہوا ہی تھا کہ محترمی ڈاکٹر مولانا عبدالحق معتمد انجمن ترقیٔ اُردو نے انجمن کے کتاب خانے سے خالق باری کا ایک مخطوطہ جو سنہ ۱۱۸۵ھ کا نوشتہ سورت تھا، مجھے دکھایا۔ اس نسخے کی ابتدا میں ایک مختصر دیباچہ بھی تھا جس نے میری تمام توجہ اپنی طرف منعطف کر لی۔ یوں تو خالق باری کے ساتھ میں کئی دیباچے دیکھ چکا ہوں جو ان کے نامعلوم مرتّبین نے اپنے اپنے ایڈیشنوں کے واسطے لکھے ہیں۔ لیکن یہ دیباچہ خصوصیت کے ساتھ کئی وجوہ سے جاذبِ توجّہ تھا۔ اس دیباچے میں جیسا کہ محتاط مصنفین کا دستور ہے مصنف نے اپنا نام اور کتاب کا نام تاریخ تصنیف اور مقصد تالیف بیان کیا ہے بلکہ جس ہندی زبان میں وہ لکھ رہا ہے اس کا اور محرک تالیف کا نام بھی دے دیا ہے۔ الغرض تمام ضروری اطلاع جو خالق باری کے سلسلے میں قیمتی معلوم ہوتی ہے اس چند سطری دیباچے میں درج ہے میں یہاں وہ دیباچہ نقل کرتا ہوں۔

"سپاس بے قیاس بأصناف لغات [۱] علی را سزد کہ بہ تعلیم "وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا" اولاد ادم را بانواع الفاظ مختلفہ گویا گردانید و درود نامعدود باکمال خضوع بر آں موصوف وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى و بر اولاد و اصحابش کہ ہر یک فصیح اللسان و بلیغ البیان اند باد [۱۱] بعد خیر خواہ شعرائے

شیریں گو ضیاء الدین خسرو باستدعائے عزیز الفواد بابا اسحٰق قناد چند الفاظ عربی و پارسی را بزبان ہندی گوالیاری کہ ارباب روزمرہ را ناگزیر است ترجمہ نمودہ و در بحور مختلف بطریق ریختہ بہ نظم آوردہ تا مبتدیان را در محاورت فارسی فی الجملہ مہارتے باشد و در حفظ و یاد گرفتن آسان نماید۔ لہذا بحفظ اللسان موسوم و در سال "نصیحت آخر" تاریخ بدیہیہ مرقوم گردید۔ مطبوع باد۔"

اس دیباچے سے کئی امور پر روشنی پڑتی ہے یعنی یہ کہ کتاب بچوں کو فارسی زبان سکھانے کے مقصد سے لکھی ہے۔ اس کا نام 'حفظ اللسان' ہے[1] - اس نام میں اشارہ ہے کہ کتاب طلبہ کو حفظ یاد کرائی جائے۔ روزمرہ کے استعمال کے عام الفاظ اس میں جمع ہیں۔ بحریں مختلف رکھی ہیں۔ بابا اسحٰق حلوائی کی فرمایش پر یہ تالیف وجود میں آئی۔ مصنف کا نام خسرو اور لقب ضیاء الدین ہے جس سے ظاہر ہے کہ وہ مشہور یمین الدین امیر خسرو نہیں ہے بلکہ کوئی اور جس کو طوطی ہند کے ساتھ نام میں اشتراک کے سوا کوئی اور وجہ مماثلت نہیں۔ سال تصنیف ۱۰۳۱ھ ہے جو مادہ تاریخ 'نصیحت آخر' سے برآمد ہوتا ہے۔ حضرت امیر خسرو ۷۲۵ھ میں وفات پاتے ہیں اور یہ خسرو ۱۰۳۱ھ میں بعہد جہانگیر اپنی تالیف تیار کرتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ہمارے بزرگوں نے بربنائے مشارکت اسمی اس خسرو کو زیادہ مشہور امیر خسرو تصور کر کے خالق باری کو غیر مستحقانہ قدامت دے دی ہے۔

اس کی زبان گوالیاری ہے جو قدما کے بیان کے مطابق افصح السنۂ ہند ہے۔ آج ہم زبان کی حیثیت سے گوالیاری کا نام بالکل بھول چکے ہیں۔ محمد شاہ

[1] یہ نام خاتمہ کے شعر ذیل میں وارد ہوتا ہے:۔

عاقبت انجام و آخر جیہہ دیورا النصرام — کرد این حفظ اللسان را خسرو آخر والسلام

کے عہد سے اس کا استعمال متروک ہو چلا ہے۔ خان آرزو آخری بزرگ ہیں
جن کی تصانیف میں یہ لفظ ملتا ہے۔

اکبر، جہاں گیر، شاہ جہاں اور عالم گیر کے عہد میں گوالیاری کا نام عام
رواج میں آرہا ہے۔ اس زمانے میں وہ خصوصیت کے ساتھ ادب و شعر
اور موسیقی کی زبان تھی۔ راجا مان کے وقت سے بڑے بڑے اہل کمال
اس کی نشوونما اور ارتقا میں حصہ لیتے رہے ہیں۔ شاہ جہاں کے عہد میں
ابن سید علی مرزا بیگ زمزمۂ وحدت میں جو موسیقی پر ایک موجز رسالہ ہے
اس زبان کے واسطے لکھتے ہیں:۔

"قریب صد و پنجاہ سال باشد کہ مدار خواندن و ساختن تصانیف ہندی
برخیال و دھرپت و بشن پت بزبان فصیح و بلیغ گوالیا راست
در کام خلق وصف و بیان از لب تو ہست
شیریں و خوش لسان چو زبان گوالیار"

عالم گیر کے زمانے میں ولی گلزار حال گوالیاری سے فارسی میں ترجمہ
کرتے ہیں۔ اپنے دیباچے میں کہتے ہیں:۔

"گلزار حال ترجمۂ فارسی پربودھ چندر ناٹک کہ در زبان گوالیاری
تالیف سوامی نند داس کہ اصلاً بزبان سہنسکرت کش داس بھٹ تصنیف
کردہ بود، بنوالی المتخلص بہ ولی بہ امداد بھوانی داس در فارسی ترجمہ کرد"۔

خاں آرزو غرائب اللغات کے نئے مرتبہ ہیں کئی موقعوں پر گوالیاری
کا ذکر کرتے ہیں۔ لفظ 'اگل' کی تشریح میں کہتے ہیں۔

"بزبان گوالیار کہ افصح زبان ہاے ہندی است بنیدہ گویند"
اور 'جیلی' کے ذیل میں فرماتے ہیں:۔

"امّا در ہندی متعارف گوالیار کہ افصح السنۂ ہندی است، بجا گرا 'گویند۔"

لیکن محمد شاہ کے زمانے سے جدید نام 'بھاکائے برج' استعمال میں آنے لگا۔ عنایت خاں راسخ بن نواب شمس الدولہ لطف اللہ خاں صادق اپنی ہندی تصنیف کارستان کی زبان کو "زبان بھاکائے برج زبان اسلام آباد متھرا" بیان کرتا ہے۔ چناں چہ آج بھی یہی نام بادنا تغیر یعنی برج بھاشا مقبول عام ہے۔

اس مطالعے سے اس قدر ظاہر ہے کہ دیباچے میں لفظ 'گوالیاری' کا استعمال دیباچے کے قدیم ہونے کی طرف دلالت کرتا ہے کیوں کہ زبان کے مفہوم میں اس کا رواج محمد شاہ کے عہد سے متروک ہے۔

دیباچۂ ہذا میں "بہ طریق ریختہ" کا استعمال بھی عجیب ہے۔ یہاں ریختہ سے مقصد زبان ریختہ یا اشعار اُردو نہیں ہے جو مفہوم دلی اورنگ آبادی اور قدیم شعرائے دہلی کے ہاں پایا جاتا ہے بلکہ اس سے مراد الفاظ و عبارت کی ایسی ترکیب ہے جس میں مختلف زبانوں کے الفاظ یا فقرے ملے جلے استعمال ہو رہے ہوں۔ یہ ریختہ موسیقی کے ریختہ کے بہت قریب ہے بلکہ اسی سے ماخوذ ہے۔ زمزمۂ وحدت میں ریختہ کی تشریح یوں دی ہے:-

"ریختہ در اصطلاح علمی (تصنیفی) را گویند کہ در اصول سبک تمام شدہ باشد مثل آذر و غیرہ و گاہ باشد کہ خانہا و میان خانہا و باز گو والفاظ عربی یا ترکی یا ہندی داخل عبارات فارسی کردہ باشند و این تصنیف بسیار خوش نما و دل ربا است۔"

خالق باری اسی قسم کی کھچڑی زبان میں ہے۔ ہندی فارسی و عربی الفاظ کے علاوہ کہیں تشریحی زبان فارسی ہے کہیں ہندی ہے۔

مخدوم بہاء الدین برناوی کے نزدیک ریختہ کی تعریف یہ ہے :-

"ہر فارسی کہ با مضمون و خیال ہندوی مطابق باشد و الفاظ ہر دو زبان را دریک تال و یک راگ بربست نمودہ باشد و انضمام و اتصال دادہ سرایند آں را ریختہ گویند و ایں ریختہ را در ہر پردہ می بندند و ذوق و لذتی افزوں می دہد" (چشتیہ بہشتیہ تالیف ۱۰۶۵ھ)

قصہ مختصر اس دیباچے سے وہ تمام عقدے جن سے خالق باری کے سلسلے میں ہم دوچار ہوتے ہیں بڑی حد تک حل ہو جاتے ہیں ۔

ضیاء الدین خسرو اگرچہ شاعری کا دم بھرتا ہے لیکن وہ کسی خاص شہرت کا مالک نہیں ۔ نہ اس کا ذکر کسی تذکرے میں آتا ہے ۔ شمع انجمن میں ایک خسرو جون پوری ملتا ہے لیکن اس کا زمانہ معلوم نہیں ۔ خالق باری کے مطالعے سے یہ بات قیاس میں آتی ہے کہ اس کا مصنف کوئی باکمال اور صاحب فضیلت شخص نہیں ۔ اس کے مضامین کی بے ربطی اور اوزان و معانی کی خامیوں اور اسقام سے جو ہم اوپر دیکھ آئے ہیں یہی رائے قائم ہوتی ہے ۔ بہ ظاہر حالات وہ ایک معلم معلوم ہوتا ہے جس کو مبتدیوں کی مشکلات کا تجربہ ہے ۔ اس سے زیادہ فی الوقت اس کے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا ۔

خالق باری میں کوئی ایسی داخلی شہادت موجود نہیں جس سے (دیباچہ سے قطع نظر) اس کے عہد کا پتا چل سکے ۔ لیکن گزشتہ سطور میں ہم دیکھ آئے ہیں کہ خالق باری موید الفضلا سے جو بہ قول بلاخمین ۹۲۵ھ کی تالیف ہے، موخر ہے کیوں کہ موید کے بعض خصوصی بیانات کا پرتو اس میں موجود ہے ۔ اس لحاظ سے اس کی تصنیف ہمیں عہد مغلیہ میں ماننی پڑے گی ۔ اسی قسم کا ایک قرینہ ہمارے پاس یہ بھی ہے کہ خالق باری میں شعر ذیل آتا ہے ؎

دانگ فلوس جو آہے پیکا[1] جیتل دمڑا جان   دام وانچہ کیپہ کھیسہ جان میکش تان

یہاں 'دام' اور 'دمڑا' جن کا رواج اکبری عہد میں شروع ہوتا ہے قابل غور ہیں۔ اکبر کے ہاں مالیہ کی وصولی چاندی کے ٹنکے کے بجائے تانبے کے جدید الرائج سکّے 'دام' کے ذریعے سے ہوتی تھی۔ سلطنت کے تمام صوبوں کی آمدنی منصب داروں اور ملازموں کی تنخواہ، اجناس کا نرخ وغیرہ داموں میں مقرر تھے۔ دام کا وزن ایک تولہ آٹھ ماشے اور سات رتی یا پانچ ٹانک تھا۔ ایک روپیہ کے چالیس دام شمار ہوتے۔ ذیلی تقسیم میں آدھا، چوتھائی، پانچواں، آٹھواں، دسواں، بارہواں اور سولھواں حصہ شامل تھے۔ ان کے علاحدہ علاحدہ سکّے ہوتے۔ آدھے کو نصفی، ادھیلہ یا نیم دام۔ چوتھائی کو دمڑا یا پاؤلہ اور آٹھویں حصّے کو دمڑی کہتے۔ دام کا مضاعف تنگہ تھا۔ دمڑا الغرض دام کا چوتھا حصّہ اور تنگہ کا آٹھواں حصّہ ہے۔ راقم کے مجموعۂ مسکوکات میں اکبری دمڑا موجود ہے۔ اس کا وزن ۹۰ء۰۸ جو یا گرین کے مابین ہے اس کے ایک رخ پر دہلی اور دوسرے رخ پر ۳۲ الٰہی درج ہے۔ دمڑے کا عکس کلکتہ میوزیم کی فہرست مسکوکات شاہان مغلیہ

---

[1] پیکا۔ شمس سراج عفیف نے تاریخ فیروز شاہی میں پیکہ لکھا ہے۔ (فیروز شاہ فرمان فرمود کہ مہر نیم جیتل کہ آں را ادہ گویند و مہر دانگ جیتل کہ آن را پیکہ خوانند وضع کنند ص ۳۴۴) پیکہ بالفاظ دیگر پیسہ ہے جو فی زمانہ آنہ کا چوتھا حصّہ مانا جاتا ہے۔ فیروز شاہ کے دور میں جیتل کا چوتھا حصہ پیکہ کہلایا۔ دانگ کا اطلاق (اور معنوں سے قطع نظر) چھٹے حصّے پر بھی ہوتا ہے۔ شمس سراج کے ہاں 'دانگ جیتل' سے اور خالق باری میں دانگ فلوس سے وہی چوتھائی مراد ہے۔ اکبری عہد میں مسی سکّہ فلوس کہلاتا تھا۔

از نیلسن رائٹ، طبع ۱۹۰۸ء میں دیا گیا ہے۔

بہرحال دام اور دمڑا اکبری دور سے قبل نامعلوم تھے جب خالق باری میں یہ الفاظ موجود ہیں تو ظاہر ہے کہ اکبر کے عہد کے بعد اس کی تالیف عمل میں آئی ہوگی۔ اس لیے دیباچے کا یہ بیان ۱۰۳۱ھ میں تالیف ہوئی۔ میرے نزدیک قابلِ قبول ہے۔

عہدِ قبل مغل میں ذریعہ تعلیم فارسی رہی ہے۔ اس کا ثبوت ان فرہنگوں سے ملتا ہے جن کے نام گزشتہ صفحات میں دیے جا چکے ہیں۔ ان فرہنگوں کی تشریحی زبان فارسی ہے۔ تاہم اجناس و ادویہ کے سلسلے میں ہندی مرادفات سے بھی کام لیا گیا ہے۔ ان فرہنگوں کا عام دستور ہے کہ ہر ایسے لفظ کا جو بھی تشریح کا محتاج ہے ہندی مرادف ضرور دے دیا ہے۔ اس طرح ہندی کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا ہے۔ لیکن یہ اکبر کا زمانہ ہے۔ جب عربی کو نصابِ تعلیم سے خارج کر کے تمام تر توجہ فارسی پر مبذول کی گئی ہے اور کوئی تعجب نہیں اگر اس انقلاب سے ہندی کو بھی فائدہ پہنچا ہو اور خالق باری کی طرز کے نصاب تیار ہونے لگے ہوں۔ فی الحقیقت ہمیں ایک ایسے نصاب کا پتا ملتا ہے جو خاص اکبری عہد یعنی ۹۹۰ھ میں تیار ہوتا ہے۔ اس کا نام مقبول صبیان ہے۔ اس کا ایک مخطوطہ[1] برٹش میوزم میں موجود ہے۔ بدقسمتی سے یہ نسخہ اب تک

---

[1] مقبول صبیان کے متعلق ذیل کی صراحت مخدومی سید ہاشمی صاحب نائب معتمد انجمن ترقی اردو نے فہرست برٹش میوزم سے نقل کر کے ارسال کی ہے۔

" ۱۰۵۷ (ایڈ ۵۶۲ الف) از صفحہ ۱۰ تا صفحہ ۲۸ مقبول صبیان:۔ فارسی الفاظ کا ایک منظوم فرہنگ (نصاب)، جس کی تشریح ہندستانی زبان میں کی گئی ہے۔ باعتبار مطالب

(بقیہ ملاحظہ ہو صفحہ ۵۹ پر)

طبع نہیں ہوا ہی۔

اس مرتّبہ کی تیاری میں جن قلمی نسخوں سے امداد لی گئی ہی اور مقابلہ کیا گیا ہی۔ ان کی فہرست مع صراحت ذیل میں عرض ہی:۔

نسخۂ آ

انڈیا آفس کے کتاب خانے کا مخطوطہ ۲۵۲ فہرست ہندستانی مخطوطات از بلوم ہارٹ ۱۹۲۶ء اگرچہ بے تاریخ ہی لیکن متعدد نسخوں کے مقابلہ کے بعد میں نے اس کو بنیادی نسخہ قرار دیا ہی جو اکثر نسخوں سے رسم الخط کے اعتبار سے قدیم ہی اور بارھویں صدی ہجری کے نصف اوّل کا نوشتہ معلوم ہوتا ہی۔ اشعار کی تعداد دوسو بتیس ہی۔ اور چار چار شعروں کی اٹھاون فصلوں میں منقسم ہی۔ تین شعر بعض فصلوں میں زیادہ ہیں ورنہ کل تعداد ابیات دوسو بتیس ہوتی۔ رائے ہندی اور دال ہندی کو رائے مہملہ اور دال مہملہ کی صورت

(بقیہ صفحہ ۵۸) اس کی بیس فصلیں ہیں۔ ابتدا ؎

بسم اللہ خدا اے کا ناتو لامکاں ناہیں وہ ٹھانو

جیساکہ آخری سطر میں کہا گیا ہی۔ یہ رسالہ ۹۹ھ مطابق ۱۵۹۲ء میں ختم ہوتا ہی۔ آخری تین فصلیں کہا جاتا ہی کسی اور مصنف نے اضافہ کی ہیں۔ کتاب کا نام کاتب کے خاتمے سے معلوم ہوتا ہی جس میں تاریخ کتابت بھی ۲۷ رجب ۱۱۵۰ھ درج ہی۔

یہ رسالہ ایک مجموعۂ رسائل میں شامل ہی جو عظیم آباد میں ۱۱۵۳ھ و ۱۱۵۰ھ کے مابین تحریر ہوتا ہی۔ اس کی تقطیع ۹½×۶ انچ ہی۔ فی صفحہ تقریباً ۱۰ سطریں۔ اس حساب سے اندازاً ایک سو باسٹھ کے قریب اشعار کی تعداد ہوگی (فہرست ہندی و پنجابی و ہندستانی مخطوطات کتاب خانہ برٹش میوزم از جے۔ ایف بلوم ہارٹ ۱۸۹۹ء)

میں لکھا ہے تائے ہندی پر چار نقطے دیے ہیں۔ نون غنّہ کا زیادہ استعمال ہے۔ چکناں۔ ہستاں۔ چاندیں کہنیں (کُہنی) ہتھوں (ہتھ) ناناں۔ باناں۔ نوں۔ کوں۔ پانیں (پانی) اوٹانیں۔ دماماں (دمامہ) رونکہ (روکھ) بیٹھنہ (بیٹھ) پونچھ (پوچھ)

ہائے مخلوط کا استعمال قلّت کے ساتھ ہوا ہے۔ یعنی بھوک (بھوکھ) او کہ۔ سورک (سورکھ) چوزویں۔ پرناں (پڑھنا) تیڑی (ٹیڑھی)۔ داری (ڈاڑھی) ماری (ماڑھی) براپا (بڑھاپا) چولا (چولھا)

بعض الفاظ میں محاورۂ حال کے برخلاف ایک حرفِ علّت زیادہ کر دیا گیا ہے۔ جیسے کیلی (کلّی) بیلی (بلّی) پیچھان (پہچان) بیچھو (بچّھو) موکی (مکّی) کوتا (کتّا)

اور خصوصیات میں دیہ (دے)، جانیہ (جانیے) پہچانیہ (پہچانیے) کا املا قابلِ ذکر ہے۔

لیکن میں نے اپنے قاریوں کی سہولت کے خیال سے نسخہ زیرِ طبع میں بڑی حد تک زمانۂ حال کے املا کے مطابق ترمیم کر دی ہے۔

اس نسخے کے ساتھ کسی نامعلوم مرتب کا ایک دیباچہ بھی ہے۔ جس میں کتاب کا نام مطبوع الصبیان رکھا گیا ہے۔ دیباچے کی ضروری عبارت ہے۔

" ایں چند کلمۂ عربی و فارسی ہر یک با ترجمۂ ہندی برائے تعلیم صبیان بہ طرزِ ریختہ منظومہ ساختہ آمد تا خاطر الشاں رغبت نماید و یاد گیرند و لغات ہر یک دریا بند و نام ایں کتاب مطبوع الصبیان نہادہ شد و بر پنجاہ و شش فصل مرتب گردانیدہ آمد "

نسخہ ہذا کے اُردو یا ہندی کلمے اور فقرے جو اس عہد کی زبان پر روشنی

ڈالنے ہیں یکجائی طور پر یہاں درج کر دیے جاتے ہیں -

(۱) سرجن ہار (۲) ایک بڑا کرتار (۳) جان لبیٹھ (۴) بولے جو بیٹھ (۵) ارتھ تھوں کا مارگ جان (۶) کالا اُجلا (۷) پیلا نیلا (۸) تانان باناں (۹) چور ہی جان (۱۰) ہی استری (۱۱) ہی سری (۱۲) توں دیکھ (۱۳) اسکوں لیکھ (۱۴) مھولا جان (۱۵) آپیں اڑگیا (۱۶) سوی وتاگ (۱۷) کال رات جو گئی (۱۸) آج رات جو بہی (۱۹) ہی پانی (۲۰) دھول جو باؤ اوڑالی (۲۱) میں تجھ کہیا (۲۲) توں کت رہیا (۲۳) آ دے بھائی (۲۴) بیس ری مائی (۲۵) کستوری کپور (۲۶) ہناروی آنند (۲۷) کپٹر ٹاٹ ٹپٹر (۲۸) کڑائی وتوا (۲۹) پا کھر جانیے - (۳۰) ہناروی گھوڑا چلاؤ (۳۱) ہندوی ہی نس لور (۳۲) چپنی جانیے (۳۳) ہی دھواں (۳۴) ہناروی کھانڈا کہاوے ، الون (۳۵) چیل ہی (۳۶) گھاس کاٹھی جانیے (۳۷) اینٹ ماٹی (۳۸) موتی جانیے (۳۹) راتی کلی پہچانیے - (۴۰) ہی نراس (۴۱) ہور کہیے (۴۲) ہی بُرا (۴۳) ہندوی نکٹ (۴۴) توں جان کاگ کرٹ (۴۵) پرتھی سنسار جگ (۴۶) رات رین نس (۴۷) گرٹ جان - (۴۸) ہی ہیا (۴۹) جو کہ نانو (۵۰) ہی کتّا (۵۱) متھر چالی اینہہ (۵۲) ہندوی بول جو کہے سیانا (۵۳) جو کہیے کھانا (۵۴) پرگٹ دیسے (۵۵) جاڑی تاپ (۵۶) سرکی پیڑا (۵۷) ہی دھاپ (۵۸) منج کپال (۵۹) کھوپڑ بتاؤں - (۶۰) ہی تانبا (۶۱) جو گہارا کہیے (۶۲) سمندر کہیے جس کی ناہیں کتھاہ (۶۳) ہی دھان (۶۴) ہی پان (۶۵) ڈاڑھی کہیے (۶۶) ورانتی جو کہ نانو - (۶۷) ہندوی لونکڑی (۶۸) میٹھا کھلے دیکھ (۶۹) کھٹا چاکھ دیکھ (۷۰) چرچر جیب سیانے بہ بچار (۷۱) کاگل لیکھیے (۷۲) لیکھن لیکھیے (۷۳) موتی جانیے (۷۴) ہے کلی پہچانیے (۷۵) ہی بلار (۷۶) سوروس ہندوی (۷۷) سوروس ہندوی

نسخہ ب

اس کا نمبر فہرست انڈیا آفس مذکورہ بالا میں ۲۵۲۲ ہے۔ اشعار کی تعداد (۱۳۶) ہے اور خاتمہ ہے:-

"تمام شد بتاریخ بیست و چہارم شہر ربیع الثانی سنہ محمد شاہی مطابق سنہ یک ہزار و یک صد و سی و چہار روز چہار شنبہ وقت نماز ظہر در بلدۂ فاخرۂ اکبر آباد۔"

نسخہ ج

میرا ذاتی نسخہ ہے جو اب پنجاب یونی ورسٹی کے کتاب خانہ کی ملک ہے۔ تاریخ کتابت ۱۱۳۵ھ ہے۔ میری فہرست میں اس کا نمبر ۳۵ ہے قیاساً کہا جا سکتا ہے کہ دکن میں لکھا گیا ہوگا۔ رائے ہندی اور دال ہندی کے نیچے چار چار نقطے اور تائے ہندی پر چار نقطے دیے ہیں۔ تعداد اشعار ایک سو پچپن ہے۔ بائیس شعر بعد میں کسی نے حاشیے پر اضافہ کیے ہیں۔ خاتمہ:-

"تمت تمام شد نصاب ہندوی زبان تصنیف امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ بتاریخ بیست و پنجم جمادی الثانی سنہ ۱۱۳۵ھ" کتاب پر ایک مہر ہے جس میں ۱۱۳۵ھ اور یہ سجع درج ہے ع

از محمد مرتضی بوالفتح شد

نسخہ د

میرا ذاتی نسخہ ہے جو اب پنجاب یونی ورسٹی کے کتاب خانہ میں ہے۔ ناقص الطرفین مگر صحت کے لحاظ سے معتبر ہے۔ بارھویں صدی ہجری کے وسط کا نوشتہ معلوم ہوتا ہے۔

نسخہ ہ

انجمن ترقیٔ اردو کا مذکورۂ بالا نسخہ ۱۸۴۷ء تعداد اشعار ۲۲۳
فی صفحہ ۱۲ سطر۔ خاتمہ " کاتبہ فقیر سید یٰسین ولد سید طاہر زادہ خوب صاحب
میاں بن میاں سید یٰسین مرحوم سورت بندر تاریخ بست و چہارم ماہ رجب المرجب
سنہ ۱۱۸۷ھ (ص)

نسخہ و

مخزنی سید نجیب اشرف پروفیسر اسمٰعیل کالج اندھیری بمبئی کا مملوکہ اور قابلِ اعتبار نسخہ ہے۔ تائے ہندی پر چار نقطے لگانے کا دستور ہے۔ ڑے اور ڈال بصورت مہملہ مرقوم ہیں مگر بعض وقت ڑے پر چار اور ڈال پر تین نقطے لگاتے ہیں۔ غنہ کا استعمال مثل آ بکثرت ہے مثلاً جاییں، پہچانیں توں۔ کوں۔ پاہتاں (پہان) چھینیاں۔ دماماں۔ ڈھانکناں۔ مانگناں۔ کھیچیں۔ بھریچیں تکھیں۔ پکھیں وغیرہ۔ اشعار کی تعداد دو سو تیس ہے۔ منظوم خاتمے میں کتاب کا نام نصاب ظریفی بتایا گیا ہے۔ کاتب ایک پارسی ہے۔ منظوم خاتمہ کے اشعار ہیں :-

"چو بگرفت ایں نسخہ طرز نوی — ز تصنیف آں خسرو دہلوی
ز اتمام عاشورہ یک ہفتہ شد — کہ ایں گوہر بے بہا سفتہ شد
امید است از فضل حق کریم — بخوانند و گردند طفلاں علیم
بتاریخ نیکو سر انجام یافت — نصاب ظریفی نکو نام یافت
ز ہفتصد فزوں سی و شش سال بود — کہ طبع از خرد دستیاری نمود
کہ صبیاں برآیند از دام جہل — شود فیض و الفاظ اشکال حل"

اس خاتمہ پر اگر اعتبار کیا جائے تو ہمیں ماننا ہوگا کہ خالق باری سنہ میں تصنیف ہوئی۔ لیکن ان اشعار کی خامیوں پر نظر رکھتے ہوئے میر خسرو کی

کی طرف ان کا انتساب ناممکن ہے ۔ آں خسرو پہلوی کا قائل کوئی اور ہے نہ امیر خسرو ۔ یہ خیال کہ خسرو پہلوی کوئی پارسی ہو گا جس نے ۷۳۷ھ میں یہ کتاب تصنیف کی پھر نا قابلِ قبول ہے ۔ بھلا ایک پارسی کو ہندستان کے انتہائی گوشہ میں سمندر کے کنارے بیٹھ کر ایسا نصاب لکھنے کی کیا ضرورت پیش آئی ؟ دوسرے شعر میں نیکو کا دو بار استعمال غیر فصیح ہونے کے علاوہ زبان کی خامی کی طرف دلالت کرتا ہے ۔ مصرع کہ طبع از خرد و ہشیاری نمود ۔ بہ حالتِ موجودہ بے معنی ہے ۔ نمود کی جگہ اگر یافت ہو تو مصرع معنی دے جائے گا ۔ یا از کی جگہ واو عاطفہ آنا چاہیے ۔ حق کریم کی جگہ 'ربِّ کریم' یقیناً بہتر ہے ۔ 'گردند طفلان علیم' اور 'الغرض تا اشکال حل' بالکل کم زور اور بے محاورہ فارسی ہے ۔ ہمارا خیال ہے کہ خالق باری کا کاتب ان اشعار کا مالک ہے ۔ اس کو امیر خسرو کا صحیح زمانہ معلوم نہ تھا ۔ اس لیے ۷۳۷ھ اس نے خالق باری کی تصنیف کا زمانہ مان لیا حالانکہ امیر خسرو اس تاریخ سے بارہ سال قبل یعنی ۷۲۵ھ میں انتقال فرما چکے ہیں ۔

کاتب کا خاتمہ یہ ہے :-

" تمت تمام شد ... ... مشہور کتاب خالق باری بتاریخ ہشتم شہر ربیع الثانی ۔ کاتب الحروف ... بندۂ حقیر نوروز بن ... شاپور جی معروف شاہنگاں " باقی چار سطروں پر سیاہی پھیر دی گئی ہے جس میں سے صرف خط کشیدہ عبارت پڑھی جاتی ہے ۔

معروف بہ دیوانی نواب مستطاب عالی جناب شجاعت شعار رسائہ لطف ربانی پرتوے رحم یزدانی . . . .

کتاب غالباً سورت یا کھمبات وغیرہ علاقوں میں نقل ہوئی ہے ۔ یہ امر واضح کا موجب ہے کہ کاتب ایک پارسی ہے ۔

(۷) قوّت نیرو زور بَران — سارق دزد چور ہی جاَن

(۸) مرد نس زن ہی استری — قحط دوکال وبا ہی مری

فصل سیوم

(۹) اقرار بخواں بہ بیں توں دیکھ — بنویس ایں را اسکوں لیکھ

(۱۰) صعوہ سرپچہ مولا جان — کوّا زاغ کلاغ ہچہان

(۱۱) خود پریدہ رفت آپیں اڑگیا — سیس سرتن ہندی آمد کیا

(۱۲) موش چوہا گرہ بہ بیلی مارناگ — سوزن ورشتہ ہندی سوی وتاگ

فصل چہارم

(۱۳) دوش کال رات جو گئی — امشب آج رات جو بہی

(۱۴) آتش آگ آب ہو پانیں — خاک دھول جو باؤ اوڑانیں

---

(۷) ج، د، ۃ، و متفق

(۸) قحط کال و، دکال ۃ، و، دوکال آ، ج

(۹) تمام نسخے متفق

(۱۰) صعو صریچ - زاغ و، ب صعو سریچا - د

(۱۱) اپیں و

(۱۲) ناگہ - بہندوی سوی تاگ ب - و - سوئی ۃ

(۱۳) کالہ بہی ب - جو بہئی د، بھئی ۃ، و

(۱۴) پانی - اورانی ب، ۃ، و پانی - آپانی ج - پانی - خاک دھور جو باد اودانی - د، ۃ - و ندارد

(۱۵) ترا بگفتم تیں تجھ کہیا — کجا بماندی توں کت رہیا
(۱۶) بیا برادر آورے بھائی — بنشیں مادر بیں ری مائی

فصل پنجم

(۱۷) مشک و کافور ست کستوری کپور — ہندوی آنند شادی و سرور
(۱۸) اسپ گھوڑا فیل ہاتھی شیر سیہ — گوشت ماس چرم چمڑا تخم بیج
(۱۹) شیر و جغرات آمدہ دودھ و دہی — روغن آمد گھیو دوغ آمد مہی
(۲۰) زر بود سنا و سیم و نقرہ روپ — جامہ کپڑا تانا تنپڑ و تب کوپ

فصل ششم

(۲۱) دیگ ہانڈی کفچہ ڈوئی لے خلا — تابہ کزغان و کڑاہی و توا
(۲۲) سنگ پاتھر جانشیہ بر کن اٹھاؤ — اسپ میراں ہندوی گھوڑا چلاؤ

---

(۱۵) ترجمہ۔ تو۔ تب۔ تجہ ج، کا، کر۔ تجھ د۔
(۱۶) بیٹھ ری مائی۔ ب، ج، د، کا
(۱۷) مشک کافور۔ شادی ہے ج۔ مشک کافور د، ہ۔ و مثل آ
(۱۸) شینہ د۔ ب، ج۔ سینہ کا و مثل آ
(۱۹) شیر جغرات آمد وب ج۔ گھی ہ، و
(۲۰) سنا و۔ روپا۔ دبہ کوپا۔ ب، و۔ زر (او در حاشیہ (و ندارد) را پادت) کیا ج۔ سونا سیم علیحدہ۔ روپا دت کیا د۔ ردپ۔ دبہ۔ کوپ۔ ہ روپا۔ کوپا و۔
(۲۱) دیگ د ب۔ کزغان است ج دیگ ہانڈی۔ تابہ کزغان است کراہی۔ د۔ تابہ کزغان ہ۔ و
(۲۲) اٹھاؤ۔ ب۔ پھتر۔ جائی۔ اٹھا۔ چلا ج، ہ۔ پتھر۔ د۔ جانیں ہ۔

فصل دہم

(۳۸) نی نیزہ بانس چوب لکڑا استخواں ہاڑ — دیوانہ باؤلا (و) دگر غمزہ نازلاڑ

(۳۹) طاوس مور (کپیے) دراج تی ترا — خوب ونکو بھلا و بد و زشت ہے بُرا

(۴۰) دیہیم و تاج و افسر درہنڈی مکٹ — زاغ بریدہ پَر (را) تون جان کاگ کٹ

(۴۱) گیہان و دہر دنیا گیتی دگر جہاں — در ہندوی تو پرتھی سنسار جگ بدا

فصل یازدہم

(۴۲) شب گیر لیل شب تو بداں رات این نس — فانیذ و قند و شکر گڑ جان نہر س

(۴۳) جان و روان و جیو تن کالبد کیا — عادت جو خوی آج بداں عافیت میا

(۴۴) دل ہی ہیا و خاطر اندیشہ (چیتنا) — مہمان و ضیف راتو بدائی کہ پاہنا ورق

---

(۳۸) بانس باشد چوبین لکڑا ۔ استخواں ہاڑ دیوانہ باؤلا ب ۔ ہاڑ استخواں باشد ج ۔ بانس باشد چوبیں لکرا ۔ چوں استخواں ہاڑ دیوانہ باولا د ۔ باشد ہی چوب لکڑا استخواں ہاڑ باشد دیوانہ باورا و ۔ باشد چو بینہ لکڑا ۔ ہاڈ ہ

(۳۹) مور باشد ۔ ب ۔ باشد و ، ج و ۔ مور باشد ۔ بھلا ہو د باشد و دراز ہ

(۴۰) بریدہ پرا ۔ ب ۔ بریدہ پران ۔ کاک کشت ج ۔ دیہیم تاج افسر ۔ بریدہ پررا د

(۴۱) وگیتی دنیا ۔ پرتھی وسنسار ب ، ج ۔ گیہان دہر گیتی ۔ پرتھی د ۔ گیتی دنیا ہ ، و

(۴۲) ولیل ۔ رات ودین ۔ فانید ۔ ب ۔ فانیذ قند شکر ج ، د ۔ ولیل را ۔ رات و و ۔ ولیل وشب ۔ رات وشکر و ہ ۔

(۴۳) تن ۔ ب روان سو جیو ہ ۔ رواں جیو تن و و

(۴۴) اندیشہ چیتنا ہو چاہونا ۔ ب ، واندیشہ چیتنا ۔ مہمان ضیافت ج ۔ اندیشہ ماتنا ۔ د ۔ ہیا و خاطر ہ ، و چیتیاں ۔ پاہناں ہ

سہ کہی ا ۔ سہ پران ۲ ۔ سہ فانیز

(۴۵) اُمّ الکتاب فاتحہ الحمد جو کہ نانو — اُمّ القریٰ تو مکّہ بداں قریہ دیہ گانو

فصل دوازدہم

(۴۶) حرباگر گرگٹ کژدم بیچھو راسو نول — سگ ہے کوتا ماہی مچھلی لقمہ کول
(۴۷) دشمن بیری کوس دماماں باراں مینہ — عشق و محبّت عاشق متھر جانی اینہ
(۴۸) عالم دانا ہندوی بول جو کہیے سیانا — طعم سوا د طعام خورش جو کہیے کھانا
(۴۹) سینہ چھاتی پستان چوچی بینی ناک — ظاہر پیدا پرگٹ دیسے طاہر پاک

فصل سیزدہم

(۵۰) تپ لرزہ در ہندوی آمد جاڑے تاپ — درد سر آمد سر کی پیڑا تنگ ہی دھاپ
(۵۱) ہامہ کا چاک منجہ کپال جائیے ہو ٹھانو — چون تو ہندوی مرا بہ پری کھوپڑ یتانو

---

(۴۵) جاکو ناؤ۔ ب۔ جاکو نانوں۔ گانوں ج، ہ۔ آ د۔ د متفق۔ جوک ہ، و
(۴۶) گھر گرٹ۔ نیول۔ کتا۔ ب۔ کتا ج۔ نول۔ کتا ی، ہ۔ کوتا و
(۴۷) دونوں مصرعوں میں تقدیم وتاخیر ہے۔ متراء۔ مینہ۔ ب جانی نیہ۔ ج۔ دیری عشق محبت مترا۔ جانی نیہ۔ د۔ عشق محبت عاشق مترا جانی نیہ ہ۔ عاشق متر عشق و محبت جان نیہ و
(۴۸) دونوں مصرعوں میں تقدیم وتاخیر ہے ب د ج۔ و د۔ طعم سواد و طعمہ۔ کہیے کھانا۔ کہیے سیانا ہے۔ طعام خورش۔ د۔ مزہ سواد و طعام خورش جو کھانا جان۔ عالم دانا ہندی بول جو سیانا مان ہ و۔
(۴۹) ظاہر و۔ ب۔ دسے د۔ پرگھٹ و
(۵۰) جوڑی تاپ ب، ج۔ جوڑی تاپ۔ دھاپ۔ د، ہ۔ در قول ہندوی ہ
(۵۱) منجہ کپار۔ کرہے پانو۔ ب جوں کہ۔ کھوپری نانوں ج۔ مرا بر سی کر کر پانو د۔ مانجہ کپال جو چاہے ٹھاؤں۔ پاہے پاؤں ہ

فصل نوزدہم

(۷۴) بہندی زبان خانہ وبیت گھر ہے — جو خوف و دگر بیم و ہم ترس ڈر ہے

(۷۵) تمنا و ہم آرزو چاؤ کہیے — ید و دست ہاتھ و قدم پانو کہیے

(۷۶) چراغ است دیوا فتیل است باتی — بود جد دادا نبیرہ است ناتی

(۷۷) کدو خربزہ ہر دو معروف میلا — خیار است ککڑی و ہم کھیرہ بیجواں

فصل بیستم

(۷۸) در و باب و دہلیز را بار بہانو — شتر اونٹ بھا گھوڑس اسپ مانو

(۷۹) گرہ عقدہ باشد ہٹاڑی ولیکن — بہندی بود گانٹھ ہشتاد ازشک ایمن

(۸۰) نہار و دگر یوم روز است چانو — بہندی زبان دیس ہے دن چھانو

(۸۱) کثیر و فراواں و بسیار افزوں — بہوت اکوں جو کہیے صحی ارجانیو تو

---

(۷۴) بہندوی زبان بیت ہم خانہ بیم ہم ج - خانہ ہم بیت - دگر ترس و ہم بیم ا ، و

(۷۵) قدم پاؤ - ب ، و دست ہات د ج ، ہ - پاؤں ہ

(۷۶) فتیلہ - ب نبیرہ است ناتی - ج ، ہ ، ا ، ہ ، د متفق

(۷۷) خوربزہ - ککڑی و بادرنگ کھیرہ بجواں - ب - ہ ، و با ، متفق

(۷۸) اونٹ گھوڑا - ب - باب و ہیر - اونٹ گھوڑیا - ج ، ہ ، و

(۷۹) بہندوی بود گانٹھ ج بہندی زبان گانٹھ از دو ایمن ہ ، و

(۸۰) نہار و دگر - بہندوی ب ، ج نہار است یوم و دگر روز بہندی زبان دیس ہو [illegible]

مانو ہ - بود ہندوی دیس و - نہار است ا

(۸۱) بسیار و بہت کوں جو کہیے ہی [illegible] - اگر مصور کبھی جان تون ج - بود بہت بہندی [illegible]

جان تون و سے بہوت کہیے صحی جان تو [illegible] کوں ندارد -

فصل بیست ویکم

(۸۲) آئینہ آرسی کہ درو روی بنگری　　سیتوا بہندوی تو بداں نام چاکری
(۸۳) سندان علاقت اہرن قطیس پتکرا　　میدان ہتوڑہ نام تو بیچوں وپے چرا
(۸۴) چیو تثلیث نام مورچہ پیوست نام کیک　　وانکو پیام و نامہ برد قاصد است دبیک
(۸۵) میدان سبو گھڑا و سبوچہ بداں گھڑی　　چو پینہ سقف باشد درہندوی کڑی

فصل بیست ودوم

(۸۶) تگرگ است وہم سنگچہ ژالہ اولا　　چو زیرک سیانا و نادان بھولا
(۸۷) ہزبر است ناہر پلنگ بوز چیتا　　چو گرگ است بھیڑی و کرگ است گینڈا
(۸۸) سمندر بود آگ میں جیو کیڑا　　بود دور معروف و نزدیک نیڑا

---

(۸۲) آ، ب، ج، ۵، و متفق
(۸۳) ہتورہ از من بیچوں۔ ب پتکرا۔ ہتورہ باشد ج، آ، ہ، و متفق
(۸۴) چھتی پیوست نام۔ آنکو۔ دبیک۔ ب جھتی۔ پیھو است۔ آنکو پیام آورد
قاصد بدان تو ج آنکو دبیک، و، ہ۔ چھتی ۵
(۸۵) چوبین ب، ج۔ کھری۔ و۔
(۸۶) سنگچہ ژالہ۔ سیانا و۔ ب، و تگرگ است سنگچہ وہم آ، ج زیرک ہے
ج۔ تگرگ است وہم سنگچہ و آ
(۸۷) ہنگ است چیتا ب، ہ، و۔ بھیڑیا ب ج۔ بھیڑی (لاندکا) ج۔ بھڑی و بھٹی ہ
(۸۸) معروف نزدیک۔ ب۔ اسی آگ میں کاجو ج سمندرا ہے و۔ سمندر ہی میں جیوتا ہ۔

(۸۹) تو اکھروٹ جوز خراساں بدانی　　دگر جوز نالیر ہندوی بخوانی

فصل بیست و سیوم

(۹۰) نمک ملح لون ست شیریں است میٹھا　　ہندوی زباں بے مزہ ہے پھیکا
(۹۱) پدر باپ باشد چو ماہست مادر　　سنان بھال برگستوانست پاکھر
(۹۲) ذباب و مگس ماکھی و پشہ ماچھر　　بود ریگ بیلو و سنگریزہ کانکر
(۹۳) فرومایہ سفلہ بتازی بخوانش　　ولی لترہ خوانند بعضی کسانش

فصل بیست و چہارم

(۹۴) بیا آؤ نشیں بیٹھ برو جا　　ببیں دیکھ بدہ دے بخور کھا
(۹۵) درآ پیٹھ بکش کھینچ بچش چاکھ　　بزن مار بدر پھاڑ بنہ راکھ

---

(۸۹) اخروٹ جوز بدان دگر ناریل جوز ہندی بخوان - قب - اکھروٹ را جوز را نالیر ہندی [1]-
تو اکھروٹہ جوز خراساں بدانی ۃ - دگر ناریلہا جوز ہندی بخوانی ۃ

(۹۰) ملح ہم لون - میٹھا ب - ہندوی زباں مزہ بے است بیٹھا ج - سرس بداں لون میٹھا -
بہتری زبان مزہ بہ ہست میٹھا ۃ نمک ملح ہم لون سرس - ہندی زبان مزہ بہ ہست میٹھا ۃ

(۹۱) چو ماست مادر قب ، ج - ماں ہست ۃ

(۹۲) ماکھی و پشہ ماچھر - ریگ بالو - ب ، ۃ - اکھی - ماچھر - بالو - ج بالوی د ۃ

(۹۳) بتازی زبانش - قب - ۃ - سفلہ است تازی ج - ۃ

(۹۴) آؤ - برو جاؤ - بدہ دیہہ بخور کھاؤ ، ب بیا آ - ج نشیں - بدہ دے ک

(۹۵) چاکھ - راکھ - قب د ۃ ، ۃ اتفاق با ک

(۹۶) بدم پھونک بہاری) اچہ بچو لوڑ — بشو دھو ربدو دوڑ) بہل چھوڑ

(۹۷) گلو حلق دہن مکھ سخن بول — شکم پیٹ نظر ویٹھ دہل ڈھول

فصل بیست و پنجم

(۹۸) طبیب و حکیم است بید ای برادر — بود باد با و دیگر آگ آذر

(۹۹) جگر ہست کلیجا سپرز است تلی — جو پہلو بہندوی بود پانسلی

(۱۰۰) نصیحت دگر وعظ و اندرز پند — بہندی بود سیکھ در کار بند

(۱۰۱) خرابست ویران تو اوجڑ بخوانی — تو معمور آباد بستا بدانی

فصل بیست و ششم

(۱۰۲) لیل اللیل است در تازی زبان — رات اندھاری تو نیکو تر بدان

---

(۹۶) اچھہ۔ دھو و بدو دوڑ۔ ب آچہ بخواہ لوپر۔ بدو دورہل۔ ج۔ بمان رکھ ہ۔ بمان رہ ق۔ مہ بدہ دہ آ

(۹۷) دہن موکھ۔ پیٹ۔ نظر دیٹھہ۔ ب نظر ڈشٹ ج مہ بیپہنہ نظر دیکھ آ بیپہتہ نظر دیہشہ ہ۔ نظر دیہتہ و۔

(۹۸) باد باؤ۔ ب۔ ج۔ طبیب بچشک است و

(۹۹) جگر ہیں۔ ب، ج، ا کہ پہلو بہندوی بود پاسلی۔ ج تو دھیرک بدانی۔ دلاسا تسلی ہ بخوان ضلع را پہلو و پانسلی قصیب ز بود ہندوی پانسلی و۔

(۱۰۰) ز من گوش کن وعظ۔ بہندوی بود سکہ۔ ب دگر گوش کن ج، ا، و

(۱۰۱) اوجڑ ہمی خوان معمور و۔ ہمی دان۔ ب، ج۔ اوجڑ بدانی۔ چو معمور و۔ بخوانی ہ ا و

(۱۰۲) لیل شب تار است۔ اندھیاری۔ ب۔ لیل شب تاریک۔ اندھاری ج۔ لیل و شب تاریک در ہر دو زبان آ تو الیل شب تار ہر دو و۔

(۱۰۳) آفت و آسیب ہی رنج و بلا — حیّ و زندہ جانیو تم جیوتا
(۱۰۴) شانہ و مشط است در ہر دو زبان — کنگھی من پیش تو کردم بیان (ب)
(۱۰۵) کرم شب تاب است کیڑا چمکنا[ن] — نیز گویند آتشک اینہم بدان

فصل بست و ہفتم

(۱۰۶) نان بتازی خبز روٹی ہندوی — ہندوی محلوج را میداں روئی
(۱۰۷) پس بہندوی پنبہ را میداں کپاس — نسر گرس یوم الو بوی باس
(۱۰۸) بادبیزن بادکش پنکھہ بخواں — غوک و ضفدع مینڈکی بیشک بداں
(۱۰۹) عاقبت انجام آخر کار ہم — (چھیہ ہی) در ہندوی ای محترم

فصل بست و ہشتم

(۱۱۰) دستور وزیر ہست پردھان — بشنو تو (کہ) اذن گوش ہی کان

---

(۱۰۳) جانیوں - ب - حیّ زندہ جانی تم اس ج - ہ ، و ستفق با ز
(۱۰۴) شانہ مشاطہ است در تازی - ب ، (ج مثل ز) شانہ و مشاط ہ
(۱۰۵) چمکنا - آتشک اورا بدان - ب آتشک اورا ج ، ا ، و کیڑا چمکنا د
(۱۰۶) گو ہندروی ج - میداں تو روی ہ - ز ، ج ، و ستفق
(۱۰۷) ز ، ج ، و ستفق - بہندوی ج - پس بہندی ہ
(۱۰۸) پنکہہ - ب - پنکہ بدان - اورا بخواں ج - ہ ، و مثل ز
(۱۰۹) انجام د - در تازی زبان - ب در تازی زبانی ج - ہست در ہندوی زبان
ای محترم ز - چھیہ در و - چھیہ ہی در ہندوی ہ
(۱۱۰) تو کہ اذن گوش - ب - عقل و خرد است بدھی پہچان ج - ہ ، و مثل ز

(۱۱۱) کنجارہ عصارہ کھل ہی جان — عقل و خرد است بدھ پہچان
(۱۱۲) کالیوہ (و) احمق است نادان — مورک بزبان ہندی اجان
(۱۱۳) زاری و بکا ؤ گریہ ہی رو ج — میدان اثر و سراغ وپے کھوج

فصل بیست و نہم

(۱۱۴) رہ زن و قاطع طریق ای نامور — بٹ پڑہ باشد ترا کردم خبر
(۱۱۵) ہست ظہر و پشت پیٹھ ای ہوشیار — ہودہ حق بیہودہ را باطل شمار
(۱۱۶) ہست ابن اللیل ماہ آسمان — چاند بیٹا رات کا تازی زبان
(۱۱۷) مرغ معروفست ہدہد ای جوان — پھلوی گو بند پوپو ہم بدان

فصل سی ام

(۱۱۸) بعض سہ شب ہست لیکن دال زمہ — سیزدہم چار (د) ہم پانزدہ

---

(۱۱۱) کنجار عصار - مورکہ بزبان ہندوی اجان - ۔ گول احمق است نادان ج بدھ پہچان ہ ، و
(۱۱۲) کالیوہ احمق است ہم نادان آ - گول ابلہ و د - مورکھ بزبان ہندوی جان ہ ، و
(۱۱۳) زارو - وپے اثر کھوج - ب - پیاپے کھوج - ج - اثر است وپے کی کھوج آ
اثر است پے ہی ہ اثر و سراغ وپے کھوج - و
(۱۱۴) آ ، ب ، ج ، ہ ، و متفق
(۱۱۵) پلیند - ہری حق - ب پشت پیٹ - صودہ حق ج آ ، ہ متفق
(۱۱۶) رات کا بیٹک بداں - ب - رات کا ہندی زباں ہ ، و
(۱۱۷) آ ، ب ، ج متفق - ہندوی گوبند پوپو ہ ، و -
(۱۱۷) آ ، ب ، ہ متفق - سہ شب را تو بیتیں و

(۱۱۹) بیضی کہوں نین رین چاندنی — نیبرویں چودویں پندرویں
(۱۲۰) پور پسر پوت بہندی سخن — اب پدر باپ بداں جان ہن
(۱۲۱) جوع دگر گرسنگی بھوکہ ہے — نیشکر از من بشنو اوکہ ہے

فصل سی و یکم

(۱۲۲) زنخ را دہندوی) ٹھوڑی ہمی دان — ذقن را نیز در تازی ہمی خوان
(۱۲۳) توسر آ رنج را کہنیں بدانی — جو قبضہ دست را پنچہ بخوانی
(۱۲۴) جو ساق و کلک پا پنڈلی نشتا لنگ — اہے کرج سُریں چوتڑ گھوڑہ لنگ
(۱۲۵) توزانو را بہندی گوٹھن خوانی — فخذ ران را بہندی جاہلیہ دانی

---

(۱۱۹) چاندنی - پندرمیں ، ب - آ ، ج متفق - تیرہیں - چودیں پندرہ ، ہے اہ ، چاندہنی - تیرہن - چودہن - پندرہن
(۱۲۰) پور و ب - اب ، ور ب ، د ہندوی ج - آ ، ہ متفق
(۱۲۱) بھوکہہ - د شنو اوکہہ - ب - بھوک - اوک ہے ج اد - بھوکہہ - اوکہہ ہ
(۱۲۲) بہندوی تو ٹھوڑی بداں - تو سر راس در لفظ تازی بخوان ب ، ج - زنخ را بہندی تو ا
ٹھوری ہمی خوان ہ تو سر را راس در تازی ہمی دان ہ ، و زنخ در ہندوی ٹھوڑی د
(۱۲۳) یہ شعر ب ، ج ، د میں درج نہیں - ہ میں دونوں مصرعوں میں تقدیم تاخیر ہے - جو قبضہ را
پونچہ بخوانی ہ ، و کوہنی ہ - کہنی و
(۱۲۴) دیگر نشتا لنگ آ - چو ساق و کلک پا پنڈلی نشتا لنگ بداں فخذ دگر گھوڑہ بود لنگ - ہ ، ب متفق ، گھر نا بود !
گوٹھن ہمی دانی آ - توزانو ہندوی گھوٹنا بدانی - فخذ ران عقب بہندی خوش بخوانی
ضمیمہ خالق باری ص۲۲ از ادریس احمد ، در جواہر خسروی طبع علی گڑھ)
(۱۲۵) فخذ ران در ہندوی جانگ دان ؛ تو زانو بہندوی گھوٹنہ بخوان - ج
توزانو ہندوی گھوٹن بخوانی ؛ فخذ را ہندوی توں جانگ دانی د ، ہ

(۱۳۲) دراز گوش ہمی گفتہ اند نام ورا — کہ جنس اوست شدہ مرکب رسول خدا
(۱۳۳) تو پنبہ دانہ بداں (حب قطن) در تازی — ولی بنولہ بود چوں بہندوی اندازی

فصل سی (و) چہارم

(۱۳۴) کنیت می آمد (ہ) بنت الکرم — ام خبائث تو بداں گفتہ ام
(۱۳۵) بنت کرم ام خبائث مدام — بہر شراب آمدہ ایں ہر سہ نام
(۱۳۶) شعر دو گمو ی بداں کیس بال — بیخ جڑ و میوہ پھل و شاخ ڈال
(۱۳۷) و بیخ و دگر درہ بہندی است پیڑ — خط دراز ار بکشی ہو لکیر

فصل سی و پنجم

(۱۳۸) انگشتری انگوٹھی پیرایہ ابھرن — خرگوش سسہ باشد آہو بود ہرن
(۱۳۹) لشنو تو نام چرخہ بیچارہ پیرزن — گویند نام رہنٹیہ در ہندوی سخن

---

(۱۳۲) درازگوش گفتند نام اورا ۔ او شدہ ب ۔ درازگوش گفتہ اند اورا ۔ او شدہ ج ۔ نام اورا ۔ او شدہ است و

(۱۳۳) بدان قطن ج ۔ بداں قطب در آ ۔ بداں حب قطن در ہ ، و بہندی اندازی ہ بہند اندازی د

(۱۳۴) آمدہ ۔ ام الخبائث تو بداں من گفتہ ام ج تو بداں نیز ہم ہ ، و

(۱۳۵) آ ، ج ، ہ ، د ۔ متفق

(۱۳۶) شعر بود موی ج ۔ ہ ، د آ متفق

(۱۳۷) و بیخ دگر درہ ہندوی قوس کمان است دگر نام تیر ج ۔ آ ، ہ ، د متفق

(۱۳۸) پیرایہ ابھرن خرگوش کرہ (سسہ) باشد آہو ۔ ب انگوٹھی ۔ پیراہن ج ابرہن ہ ابھرن و پسنا د ۔

(۱۳۹) گفتند رہنہ باشد ب گفتند نام رھنٹا ج گفتند رتہٹیہ ہمہ درہ گفتند رہنٹہ باشد د

(۱۴۶) ہندوی پیپل بود فلفل دراز ‏ ‏ مرچ را گویند فلفل گرد باز

(۱۴۷) جوز بویا جای پھل خوش بوی دان ‏ ‏ ہم قرنفل لونگ را ہندی بخواں

(۱۴۸) زنجبیل وسندھی آمد شنگویز ‏ ‏ سونٹھ آہی پوچھیں اے عزیز

(۱۴۹) ہندوی میگو تو خرما را کھجور ‏ ‏ داکھ را در پارسی میداں انگور

فصل سی و ہشتم

(۱۵۰) بیمار و مریض سو دکھی جان ‏ ‏ بر گیر اٹھاؤ باج آہی دان

(۱۵۱) ہشیار سنبھال خواب ہی نیند ‏ ‏ ہوشیار سو چیت فکر آہی چیند

(۱۵۲) جو پرسی خسر پورہ رکیست می دان جوی کا بھائی

وگر از خسر پرسی جوی کا دہی باپ جن جائی (ب)

---

(۱۴۶) پیپل - پلپل - سورج فلفل گرد را گویند باز ب پلپل بود پلپل ج مرچ فلفل گرد را گویید باز ہ ، و - پلپل گرد و

(۱۴۷) سے شک بداں - لونگ لکری را بخواں (در ہندی بخواں) ب - جوز بویہ - لانگ را خوشتر بخواں - ج لونگ خوشبوی خواں ا - ہم قلنفر لونگ را ہندی بخواں ہ - ہم قرنفل لونگ را ہندی بخواں و

(۱۴۸) زنجبیل وستوہ آمد سونٹ نیز - چھاں لے ای میٹھا یعنی کہ یہ بیر - ج - آمد سونٹھ نیز - چھان لے یہ بول توں یعنی بیر ہ - سونٹھ ہی توں چھان یعنی کہ یہ بیر و

(۱۴۹) لیس بہندی دان تو - داک را - میخواں - ج ہندوی گویند ہ ، ۃ -

(۱۵۰) بیمار مریض دو دکھیا جان ج - ہ - و بر گیر اٹھاؤ بن ہو دان - ج مریض سو دکھی ہی جان - بر کن اٹھاؤ م

(۱۵۱) ہوشیا بیدار فکر ہی چیت --- ہوشیدار سنبھال دوست ہی میت ج - خواب ہی سوناں - مزرع کھیتی کاشت ہی پناں ہ - ہشیار سنبھال خواب ہی سونا - مزرع ہی کھیت دکاشت بونا و

(۱۵۲) خسر پور کیست جو کا بھائی ‏ ‏ اگر از خسر پرسی کیست جو کا ج - ہ ، و متفق -

(۱۵۳) نیا و خال (ہے) ماموں (و) اوو رعم (ہے) چچا
برادر زادہ بھتیجا و خواہر زادہ (ہے) بھانجا

فصل سی ونہم

(۱۵۴) بیدار بداں کہ جاگتا ہے ‍ ‍ ‍ ‍ ہم خفتہ بداں کہ سو(و)تا ہے
(۱۵۵) کیوان زحل سنیچر آمد ‍ ‍ ‍ ‍ آدیت بپارسی خور آمد
(۱۵۵ ب) سہ سوم شد است اے دلارام ‍ ‍ ‍ ‍ بشنو زمن این سخن بیارام)[سہ]
(۱۵۶) مریخ بہندوی است منگل ‍ ‍ ‍ ‍ رائی بہ زبان پارس خردل
(۱۵۹) شد شکر بہند زہرہ را نام ‍ ‍ ‍ ‍ ضیاگر آسماں دلارام

فصل چہلم

(۱۵۸) برجیس چو مشتری برسپت ‍ ‍ ‍ ‍ قاضی سپہر در سعادت

---

(۱۵۳) نیا ماموں اوو رخال و عم چچا ‍ ‍ ‍ ‍ برادر زادہ بھتیجا خواہر زادہ بھانجا۔ ج
نیا وخال ہے ماموں اوو روعم چچا ٭ خواہر زادہ بھانجا برادر زادہ بھتیجا ز
نیا وخال ہے ماموں وا اوو رعم ہو چچا ٭ برادر زادہ بھتیجا و خواہر زادہ (ہے) بھانجا ۵، و
(۱۵۴) سوتا ہے۔ ب، و، ج، ۵، و منتفق
(۱۵۵) کیوان و سنیچر۔ بپارسی خور ب۔ کیوان زحل سنیچر۔ عادی بپارسی خور۔ ج۔ کیوان و سنیچر و۔
آدیت بپارسی خور آمد ۵، و۔ آدیت پارسی ہم خور ز
(۱۵۶) است منگل۔ فارسی ب۔ بہندوی است۔ رائی بزبان پارسی ج۔ بہندوی ہست۔ بہ زبان پارسی ز۔
(۱۵۹) شکر بہندوی زہرہ را نام ب۔ بہندوی زہرہ نام۔ ج شکر بہند ۵
(۱۵۸) قاضی سپہر ب۔ برجیس ۔۔۔ برسپت ۔۔۔ قاضی سپہر ج ۵۔ و بھر سپت۔ با سعادت ۵۔ قاضی است سپہر ز
[سہ] یہ شعر ۵، و سے نقل ہوا ہے۔ نسخہ ۲ میں درج نہیں۔

(۱۵۹) بدہ داست عطار دار بخوانی — اورا تو دبیر چرخ خوانی
(۱۶۰) خواہم گفت کہوں گا ہوں — خواہی گفت کہے گا توں
(۱۶۱) خواہم کرد کروں گا ہوں — خواہی کرد کرے گا توں

فصل چہل ویکم

(۱۶۲) خواہم آمد ہوں آؤں گا — خواہی آمد توں آوے گا
(۱۶۳) خواہم رفت جاؤں گا ہوں — خواہی رفت جاوے گا توں
(۱۶۴) خواہم نشست بیٹھوں گا ہوں — خواہی نشست بیٹھے گا توں
(۱۶۵) خواہم شست دھوں گا ہوں — خواہی شست دھوے گا توں

فصل چہل ودوم

(۱۶۶) خواہم زد ہوں ماروں گا — خواہی زد توں مارے گا

---

(۱۵۹) است عطارد۔ چرخ خوانی۔ تب۔ بداں عطارد ار بدانی۔ دبیر فلک خوانی ج۔ ۵، و متفق

(۱۶۰) ل، ج، ۵، و متفق

(۱۶۱) ل و ج میں مطابقت

(۱۶۲) خواہم آمد آؤں گا ہوں۔ آوے گا توں ۵

(۱۶۳)

(۱۶۴) ل، ۵، و متفق

(۱۶۵)

(۱۶۶) ماروں گا ہوں۔ مارے گا توں ۵

(۱۶۷) خواہم دید ہوں دیکھوں گا — خواہی دید توں دیکھے گا
(۱۶۸) خواہم داد دیوں گا ہوں — خواہی داد دیوے گا توں
(۱۶۹) خواہم دوید دوڑوں گا ہوں — خواہی دوید دوڑے گا توں

فصل چہل و سیوم

(۱۷۰) یار منی توں سرجن میرا — جان منی توں جیوڑا میرا
(۱۷۱) چشم منی توں میری آنکھ — بازو منی توں میری بانکھ
(۱۷۲) دی روز جو کال گیا ہو د گا) — فردا روز جو کال آوے گا
(۱۷۳) اور پرینڑ جو پرسوں کہیے — پس فردا جو پرسوں بہیے

فصل چہل و چہارم

(۱۷۴) لعل است شو ہر منس کہیے جو بکا — طوطی بقول ہندواں ہو یو پٹنا

---

(۱۶۷) دیکھوں گا ہوں - دیکھے گا توں ج - خواہی دید دیکھے گا توں — دیکھوں گا ہوں و

(۱۶۸)

(۱۶۹)

(۱۷۰) سرجن - دل منی توں جیرا میرا - ج - سرجنا میرا - جیون میرا و + ہ - ا متفق
(۱۷۱) انکھیاں میرا - جان منی توں جیوڑا میرا ج
(۱۷۲) کال گیا ہو ا - دیروز بداں جو کل گیا ہو - امروز جو آج اب بھیا ہی و
(۱۷۳) توپس فردا بداں پرسوں جہاں ہیں اب جو آوے گا - دگر پرسوں پرپروز است جہاں میں جو گیا ہیگا ہ ا و
(۱۷۴) خوبی شوہر منس - ہندی ہیتیا ج لعل شوہر منس ہو دسے جوی کا ر طوطی اندر قول ہندی پو پٹنا ہ ا
ج متفق - لعل است شوہر منس کہیے - طوطی بقول ہندوی کہیے (ضمیمۂ خالق باری صـ ۲۳)

(۱۸۲) سنجت اندر گوش خود سیماب وہ بھرا بھیا
طیر شد میداں پرید رفت آپین اُڑ گیا

(۱۸۳) داں نہالی بستر و بالین است بالش ای جواں
غلط بالا لیٹ اوپر ہی بچھا نا گستراں

(۱۸۴) زاد توشہ ہست در گفتار ہماری سنبھلا
حلق شد نای گلو نرلی سو بست ہی گلا

فصل چہل و ہفتم

(۱۸۵) عطسہ چھینک و شاخ سینگ و کفشگر ہی کفش دوز
گاذر و خیاط دہی) دھوبی (و) درزی سیئی دوز

(۱۸۶) داں کہ بے بخت است ابھاگا و دگر بخت (ست) بھاگ
فارسی آمد سرود (و) ہندو(ی) گویند راگ

---

(۱۸۲)

(۱۸۳) بالین و بالش ق، و۔ ہی بچھانا تکیہ داں و ہم بچھاوے گستراں ق۔ ہم بچھانا تکیہ و دیگر بچھاوے گستراں و۔ بچھانا آ

(۱۸۴) حلقوم شد م۔ حلق شد ق۔ حلق داں و۔ نای و گلو در ہندی باشد گلا ق، و۔

(۱۸۵) خیاط ہی ق، ق، و درزی سیو دوز ق۔ و درزی جامہ دوز و۔ نسخہ و میں 'سیو دوز' تھا سیو کو کاٹ کر بعد میں کسی نے 'جامہ' بنا دیا جو بالکل غلط ہی۔ صحیح 'سیو' سینے کا امر ہی۔

(۱۸۶) ہم بداں تو بخت ق۔ ہم بدانی بخت و

(۱۸۷) کور موش آمد چھچھوندر موش بڑا گلہری

چھوکت عصا لیج رائگان دو لیوچہ ہر جو کھری

(۱۸۸) کیچوہ کرم خراطین سپکلی رمی دان کرفش

پتین آمد پائزار و باز نعلین است کفش

فصل چہل و ہشتم

(۱۸۹) تختہ باشد پارسی رو لوح در تازی زبان

ہندوی گویند پاٹی نام تختی جا و دان

(۱۹۰) مکتب و دیگر دبستاں راست اندر ہر دو لسان

ٹھا نو پڑھنے کی کہے نیسال در ہندی زبان

(۱۹۱) فارسی رو وجہ تازی چہرہ (دہ) دان

ہونہہ در ہندی شفقت لب ہو پچھان

---

(۱۸۷) چھوکت آمد رائگاں و صفت نیکو بنگری ہ - نسخۂ و میں ندارد

(۱۸۸) کیچوہ ہو کرم سپکلی آمدہ - سپکلی باشد و - پائپوش پلئے راگو یند نعلین است کفش ہ - پائے پوش و پائے زیرہ بازو

(۱۸۹) تختہ باشد لوح در تازی زبان ؛ ہندوی گویند پٹی جاودان ب - تختہ بپارسی لوح - ہندوی

زبان پاٹی ؛ در تازی بخواں ج - تختہ باشد لوح در ہ، و - پاٹی جاودان ہ ، و

(۱۹۰) دبیرستان - زبان - پڑھنے کا کہے پوسال ب - دبستاں ہم بداں ؛ ٹھام پڑھنے کہے ہندی ز

مدرسہ مکتب دبستاں ہم بداں ؛ ٹھا نو پڑھنے کا و نیسال او جواں و -

(۱۹۱) چہرہ ہے فارسی رو وجہ در تازی چہر دان آ - بپچھان ب - فارسی رو وجہ تازی بہ [illegible]

ہونٹھ لب در ہندی شفقت لب ہو بپچھان ہ

(۱۹۲) انگلی انگشت و ناخن نکھ بدان
لیک فیروزی ظفر را جیت خوان

فصل چہل و نہم

(۱۹۳) بوزہ بگنی گوزپاد آروغ ڈکار	بھنگ بنگ و مست ماتا و کام کار
(۱۹۴) پشتہ وارہ ہست بھارا جامہ سارا آدھیم	صاف آچھا تیرہ گدلا پیپ ریم
(۱۹۵) نیم شب آدھی رات دوپہر میانہ روز	مطرہ ابریق و مجمر عود سوز
(۱۹۶) سیرا گھانا کور کانا بھید راز	گرسنہ بھوکھا پیاسا تشنہ باز

فصل پنجاہم

(۱۹۷) اندھہ نابینا و بینا دیکھنا	کوبڑہ آہے کوژ غلطاں ڈھلکنا
(۱۹۸) میل در ہندی سلائی سر سجوی	صولجان چوگان فندق گیندگوی
(۱۹۹) دان پیاز آمد بصل ہر دو زبان	گفتہ بادنجان بیگن ہندوان

---

(۱۹۲) انگشت ناخن ہ ۔ ناخن ہم بدان ۔ نکھ و فیروزی و

(۱۹۳) مست ماتا و کلا بہ کار ر ۔ بنگ ۔ بھنگ و مست و ماتا کام کار ۃ ۔ شیریں میٹھا مست ماتا کام کار و

(۱۹۴) بستہ بھارا ہ ۔ پشتہ بھارا و ۔ صاف اچھا ہ ، و ۔ پیپ ریم ہ ، و ۔ پیپ ریم ر ۔

(۱۹۵) ہم بدان دوپہر باشد نیم روز ہ ۔ و ۔ بضرورت وزن ر میں آدھی کو ادھ پڑھنا ہوگا۔

(۱۹۶) گرسنہ بھوکا ہ و

(۱۹۷) کوبڑا ہے ہ ۔ کوپڑا ہے و ۔ غلطاں لڑھنا ہ ، و ۔ کوژ پشت ر ۔ قبر باشد گور غلطاں لیٹنا (خالق باری مطبوعہ)

(۱۹۸) فندق ہست گوی و

(۱۹۹) کھانہ ۔ بادنجان ۔ بیگن ہم بدان و ۔ ہست بادنجان و ہم بیگن بدان ہ

(۲۰۰) فازہ جنبھائی و ہچکی دان ہلک ہر تنہ (جالا و مکڑی جولہک)

فصل پنجاہ و یکم

(۲۰۱) دان سوفر چھیلی تو خوک (و) گوسپند بھیڑ میش و بز بود آ بار گسند

(۲۰۲) چہار پائی کھٹ (و) پیس کش آدوان بان را ہم گفتہ اند چوں ریسمان

(۲۰۳) پا نہہ یاز وجیہ پیشانی کپال کاکھ بغل ہر دا و دشنام است گال

(۲۰۴) خندہ ہستان جان ٹھوک آمد جوے پارسی خوی است پسینان ہنڈی

فصل پنجاہ و دوم

(۲۰۵) چیچڑی میدان کنہ و گوش خرک کنکھجورہ دان سوی نیست شک

(۲۰۶) ناودان موری و دیوار ست وال گواہ شاہد ساکھیا و کلہ گال

(۲۰۷) دولت آہی آنہ نابودن اناتھ صحبتی ساتھی و صحبت ہست ساتھ

---

(۲۰۰) ہر تنشہ شہ چال کہدے ہم لپکہ (؟) - ہر تنہ جالا و مکری جولہک ہ : و ضمیمہ خالق باری - صنبائی ہ

(۲۰۱) بکری و سوسر چو ہ - سوئر دیکری چو و - بھیر میش آمد دگر ہم قید بند ہ ، و

(۲۰۲) چار پائی کھاٹ و و - بان را ہم گفتہ فارسی ریسمان ہ ، و

(۲۰۳) ہم بغل کاکھ است و دشنام است گال ہ ، و

(۲۰۴) مسخری و خندہ ہانسی را بدان — ہم عرق ہم خوی ایر سیوخوان و ، ہ - پرسینہ ہ

(۲۰۵) کنسلائی ہر یقیں میدان نہ شک ہ ، و

(۲۰۶) ہر گواہ شاہد چو ساکھی و - چو ساکھ و ہ

(۲۰۷) دولت آمد آکھ ہ

فصل پنجاہ و ششم

(۲۲۲) دست رنجن کہیے کنگن پائل ہی خلخال
پای رنجن بیک کا چوڑا پنگان آہی تھال

(۲۲۳) کرتہ و پیراہن پیہرن تکہ بند ازار
طوق ہانس طاقیہ پاگ دستار

(۲۲۴) دانگ فلوس جو آہی پیکا جیتل دمڑا جان
دام وانچہ کیسہ کھیسا جان سیکش تھان

(۲۲۵) روغن گر سو تیلی کہیے آہنگر لوہار
بڑھئی دان کہ درد و گر نعلین دوز چمار

فصل پنجاہ و ہفتم

(۲۲۶) باخہ سنگ پشت آہی کچھوا چھائی کلفہ دان آرد آٹا آزرخ مسا خال سو تل پہچان

---

(۲۲۲) دست رنجن ہست کنگن ہم سپر داران تو دماں ÷ پای رنجن ہست پکل طشت راسپراں تو تھال ن ۃ ۔ تشل ۃ (لیکن دست برنجن اور پا برنجن) ۔ دست برنجن ۔ پائے برنجن چوڑا کہیے خوبی حسن و جمال (خالق باری مطبوعہ)

(۲۲۳) کرتہ پیراہن جو کہیے تکہ ناڑا بند ازار ÷ طوق ہانس و پگ حو دستار کلہ ٹوپی ہدار ۃ ۃ ۔ بنڈار و

(۲۲۴) ہم فلوس آمد چو پیکا چوں درم جیتل بخواں ÷ ہست تہ پیتہ زپیتہ اشلی راہ دیان ۃ ۔ دان فلوس آمد سو پیسا ۃ ۔ خواہی پیکا جیتل دمڑی جان ÷ دام پہاتسا کیسہ بلج ہو دھان ۔ ضمیمہ

(۲۲۵) ہست روغن گر و تیلی ہست آہنگر لوہار ۔ دان کہ نجار است برہی چرم گر آمد چمار ۃ ۔ و تیلی بازا آہنگر و روغن گر سو تیلی آہنگر ہو لوہار ۔ بہرای درد و گر نعل دوز چمار ضمیمہ ۔

(۲۲۶) باخہ و ۔ کلفہ دان ۔ پہچان ۔ سنگ پشت باخہ کچھوہ ہست چھائیں کلفہ دان ۔ آزرمی و زرخ مسا و خال را ہم تل بخواں ۃ ۃ ۔ باخہ سنگ پشت کچھوا جانیے ÷ کوں مسا مہ خال تل پہچانیے ۔ ضمیمہ ۔

(۲۲۷) باز کنبھار کلال کہیے آہو خمار کلال
پتا زہرہ قدر اندازہ ولالست دلال

(۲۲۸) خواندن پڑنان شنوتوں سن دشوار تو سہیلا
یاد گرفتم ہیں سنور با آسانست سُہیلا

(۲۲۹) گرا طروش جو بہرا کہیے کرہم خارش کھاج
دُلُل اوبنی پھونک کہیے غلہ سو آہو اناج

(۲۳۰) کزلک سکیں کارد کہی سودھی چھری پیچان
ساطور اندر ہند زبانست تیتری چھری سوجان

فصل پنجاہ و ہشتم

(۲۳۱) کوچہ و کوہر گلی بازار ہاٹ   خلق آمد لوگ بگر بیز است تانٹ

---

(۲۲۷) باز خمار است کلال و ہم کہار آمد کلال ؛ ہست زہرہ قدر اندازہ دلالست دلال
و، ک

(۲۲۸) خواندن (ست) پڑھنا، شنوسن دان کہ دو مویست کہل ہ - باز گنتم پھر کہا ایں
دان آسانست سہل و، ک

(۲۲۹) گرچہ اطروش است بہرا نیز خارش ہست کھاج - ہست دلل پھونکنا پھیں حال و غلہ دان اناج-
ق، ہ غلہ ہو اناج ہ

(۲۳۰) کزلک سکیں بداں سیدھی چھری - ہم بدان ساطور را نیا پنی چھری و، ک

(۲۳۱) کوچہ شد نام گلی - دوکان ہاٹھ - خلق لوگ و سنگ میزان است باٹھ ک ا و
بانٹ ، بانٹ و

(۲۳۲) پھول گل ہی خار کانٹا گو دکنار　　نردبان سیڑی و برشو ہو سوار

(۲۳۳) جان خرما ہندوی را آنپلی　　مغز آہی گو دگلیم است کاملی

(۲۳۴) بتکدہ بتخانہ و دیگر کنشت　　دیہرہ میدان ولکھیا ہی بہشت

(۲۳۵) خالق باری بہی تمام　　دوہوں جگ رہیا خسرو نام

وقتی چاشت تمت تمام شد کار من نظام شدہ

---

(۲۳۲) پھول را گل دان و کانٹا ہست خار - نردبان سیری وسولی ہست دارہ - کانٹا او کنارا ضمیمہ - ؤ - مثل ہے -

(۲۳۳) ہندوی ہو انبلی - مغز گردا ہی گلیم است کنبلی ہ - دان صمغ گوند ضمیمہ - مغز گرد ہی ؤ -

(۲۳۴) میدان وجنت ہی بہشت ہے - رسور مرداں ولکیا ہی امن ست ضمیمہ -

(۲۳۵) عاقبت انجام ہ آخر جیہہ دیپا [1] انصرام - کرد ایں حفظ اللسان راخسرو آخر والسلام ، ہ

[1] دیورا در منقول عنہ

ہماری زبان

انجمن ترقیٔ اُردُو (ہند) کا پندرہ روزہ اخبار

(ہر مہینے کی پہلی اور سولھویں تاریخ کو شائع ہوتا ہی)

چندہ سالانہ ایک رُپیہ فی پرچہ ایک آنہ

اُردُو

انجمن ترقیٔ اُردُو (ہند) کا سہ ماہی رسالہ

(جنوری - اپریل جولائی اور اکتوبر میں شائع ہوتا ہی)

اس میں ادب اور زبان کے ہر پہلو پر بحث کی جاتی ہی۔ تنقیدی اور محققانہ مضامین خاص امتیاز رکھتے ہیں۔ اُردُو میں جو کتابیں شائع ہوتی ہیں ان پر تبصرہ اس رسالے کی ایک خصوصیت ہی۔ اس کا حجم ڈیڑھ سو صفحے یا اس سے زاید ہوتا ہی۔ قیمت سالانہ محصول ڈاک وغیرہ ملاکر سات رُپے سکّۂ انگریزی (آٹھ رُپے سکّۂ عثمانیہ) نمونے کی قیمت ایک رُپیہ بارہ آنے (دو رُپے سکّۂ عثمانیہ)

رسالہ سائنس

انجمن ترقیٔ اُردُو (ہند) کا ماہانہ رسالہ

(ہر انگریزی مہینے کی پہلی تاریخ کو جامعہ عثمانیہ حیدرآباد سے شائع ہوتا ہی)

اس کا مقصد یہ ہی کہ سائنس کے مسائل اور خیالات کو اُردُو دانوں میں مقبول کیا جائے۔ دُنیا میں سائنس کے متعلق جو جدید انکشافات وقتاً فوقتاً ہوتے ہیں یا بحثیں یا ایجادیں ہورہی ہیں ان کو کسی قدر تفصیل سے بیان کیا جاتا ہی اور ان تمام مسائل کو حتی الامکان صاف اور سلیس زبان میں ادا کرنے کی کوشش کی جاتی ہی۔ اس سے اُردُو زبان کی ترقی اور اہل وطن کے خیالات میں روشنی اور وسعت پیدا کرنا مقصود ہی۔ رسالے میں متعدد بلاک بھی شائع ہوتے ہیں۔ قیمت سالانہ صرف پانچ رُپے سکّۂ انگریزی (چھ رُپے سکّۂ عثمانیہ)

خط و کتابت کا پتا: معتمد مجلس ادارت رسالہ سائنس۔ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد۔ دکن

انجمن ترقیٔ اُردُو (ہند) دہلی

تنقید شعر العجم

پروفیسر محمود شیرانی صاحب سابق پروفیسر پنجاب یونی ورسٹی نے علامہ شبلی مرحوم کی مشہور تصنیف "شعر العجم" پر مفصل و مبسوط تنقید کی تھی جو رسالہ اُردو میں سلسلہ وار شائع ہوتی رہی۔ اب حافظ صاحب موصوف نے نظر ثانی و اضافے کے بعد اسے ایک کتاب کی صورت میں مکمل کر دیا ہے۔ فارسی ادب کی تاریخ کے مطالعے کے لیے شعر العجم کے ساتھ ساتھ اس کا مطالعہ اضافۂ معلومات کا باعث ہوگا۔ حجم ۲۱۰ صفحات۔ قیمت مجلد لے/ بلا جلد عہ/

پرتھی راج راسا از چند بردائی

چند کا ہندی رزمیہ پرتھی راج کے کارناموں اور شہاب الدین غوری کے ساتھ اس کی جنگوں کا ایک طولانی جائزہ ہے جو خود پرتھی راج کے عہد کی تالیف مانا جاتا ہے۔ اُردو میں راسا کے مطالب بالکل نامعلوم تھے۔ پروفیسر شیرانی صاحب نے اس کمی کا احساس کرکے راسا کے مضامین کا خلاصہ اپنے ناظرین کی خدمت میں پیش کرنے کے علاوہ اس پر تنقیدی روشنی ڈالی ہے اور ثابت کیا ہے کہ اس تالیف کے متعلق قدامت کا دعوا بالکل بے بنیاد ہے بلکہ ہمیں اس کو مغلیہ عہد کی پیداوار ماننا چاہیے۔

کتاب تین حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصے میں راسا کی داستانوں کا خلاصہ، دوسرے حصے میں تنقید و تبصرہ اور تیسرے حصے میں مغربی و مشرقی فضلا کی مخالف و موافق آرا درج ہیں۔

منیجر انجمن ترقی اُردو (ہند) دریا گنج دہلی